27

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

12 تا 18 جولائی 2007ء/26 جمادی الثانی تا 2 رجب 1428ھ

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

زندگی اور موت کا مسئلہ

لال مسجد انتظامیہ کے خلاف حکومتی آپریشن

قدرتی آفات: مؤثر منصوبہ بندی کی ضرورت

احساس زیاں

ترکی: سیکولرازم کے خلاف صف آرائی

سلطان محمود غزنوی اور قاضی شہر

سانحہ لال مسجد: اختتام یا آغاز؟

نکل کر خانقاہوں سے......

دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

عالم اسلام

قانونِ الٰہی

قانون خداوندی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالموں سے محبت نہیں کرتا، حد سے باہر نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتا خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم۔ قانون الٰہی یہ بھی ہے کہ دنیا میں کسی قوم یا حکمران کو ہمیشہ غلبہ حاصل نہیں ہوتا اور قوموں کے درمیان ایام میں تغیر وتبدل ہوتا رہتا ہے۔ قانونِ قدرت یہ بھی ہے کہ جب تک کوئی قوم خود اپنے اندر تبدیلی کا خیال پیدا نہیں کرتی اس کی حالت تبدیل نہیں ہوتی۔ بہر حال یہ انقلاب برپا ہو کے رہتا ہے کیونکہ قانونِ خداوندی اٹل ہے۔

خرابی ہمیشہ اندر سے واقع ہوتی ہے اور پھر سرطان کی طرح پورے نظام کو لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ جب پھوڑا متعفن ہو جاتا ہے تو پھر نشتر اور آپریشن ناگزیر ہو جاتا ہے، قدرت کا کوڑا برستا ہے اور آنے والی نسلوں کے لئے عبرت کے نشان چھوڑ جاتا ہے۔ یہ کوڑا کبھی چنگیز کی شکل میں نمودار ہوتا ہے، کبھی ہلاکو کی صورت میں، کبھی تیمور کی صورت میں، کبھی نادر شاہ کی صورت میں اور کبھی آپس میں لڑ لڑ مرنے کی صورت میں۔ قدرت کی طرف سے یہ عذاب اس وقت نازل ہوتے ہیں جب اصلاح کا جذبہ اجتماعی طور پر ختم ہو جائے یا اصلاح کی طرف متوجہ کرنے والے مٹھی بھر عناصر کی بات نہ سنی جائے بلکہ ان کی تذلیل کی جائے۔

قدرت جلدی کسی قوم سے ناامید نہیں ہوتی، انتظار کرتی ہے۔ آخری اور کاری ضرب اس وقت لگائی جاتی ہے جب خیر کا عنصر قومی جسد سے بالکل خارج ہو جاتا ہے۔ مسلمان حکمرانوں اور قوموں پر ہمیشہ اس وقت زور سے خدائی قہر کا کوڑا برسایا گیا جب ان کے اندر گمراہ کن عقیدے اور بے دینی کے خیالات بہت زیادہ زور پکڑ رہے تھے اور حکمرانوں کو محض ذاتی عشرتوں سے سروکار تھا، عدل وانصاف کے بجائے فسق وفجور اور ظلم وجور کا سکہ رائج ہو گیا تھا۔

سقوطِ بغداد سے سقوطِ ڈھاکہ تک
میاں محمد افضل

سورۃ الانعام
(آیات:3تا6)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ؕ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۝ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۪ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝﴾

''اور آسمان زمین میں وہی (ایک) اللہ ہے۔ تمہاری پوشیدہ اور ظاہر سب باتیں جانتا ہے اور تم جو عمل کرتے ہو سب سے واقف ہیں۔ اور اللہ کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ان لوگوں کے پاس نہیں آتی مگر یہ اُس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ جب اُن کے پاس حق آیا تو اُس کو بھی جھٹلا دیا۔ سو ان کو اُن چیزوں کا جن سے یہ استہزاء کرتے ہیں عنقریب انجام معلوم ہو جائے گا۔ کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اُن سے پہلے کتنی اُمتوں کو ہلاک کر دیا جن کے پاؤں ملک میں ایسے جما دیئے تھے کہ تمہارے پاؤں بھی ایسے نہیں جمائے اور اُن پر آسمان سے لگا تار مینہ برسایا اور نہریں بنا دیں جو اُن کے (مکانوں کے) نیچے بہہ رہی تھیں۔ پھر اُن کو اُن کے گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا۔ اور اُن کے بعد اور اُمتیں پیدا کر دیں۔''

آسمانوں میں اور زمین میں وہی اللہ ہے۔ ایسا نہیں کہ آسمان کا اللہ اور، اور زمین کا اللہ اور ہو۔ ہاں، اُس کے فرشتے ہیں، جن کے طبقات ہیں۔ زمین کے فرشتے ہیں، آسمان کے فرشتے ہیں، پھر مقرب فرشتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ تو ایک ہی ہے۔ وہ تمہارا کھلا اور چھپا جانتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے جو کچھ تم کماتے ہو، یعنی نیکیاں جمع کر رہے ہو یا برائیاں اکٹھی کر رہے ہو۔ اور وہ ایسے لوگ ہیں کہ جب اُن کے پاس اُن کے رب کی نشانیاں (آیات) آتی ہیں تو وہ اُن سے اعراض کرتے ہیں۔ ہم نئی سے نئی سورتیں بھیج رہے ہیں مگر یہ اعراض پر تلے ہوئے ہیں، پس جب حق ان کے پاس آ چکا تو انہوں نے اسے جھٹلا دیا۔

یہ مکہ کے آخری دور کی آیات ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو دعوت دیتے تقریباً بارہ سال ہو چکے ہیں۔ کفار مکہ ابھی تک اَڑے ہوئے اور ضد پر جمے ہوئے ہیں۔ اب جلد ہی ان کے پاس اُن چیزوں کی حقیقت آ جائے گی جس کا یہ مذاق اُڑایا کرتے تھے۔ یعنی یہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے عذاب کی دھمکی سنتے چلے آ رہے تھے اور کہتے تھے کہ وہ عذاب کہاں ہے اور کب آئے گا، جس سے تم ہمیں ڈراتے چلے آ رہے ہو۔ تو واضح کیا گیا کہ اب عنقریب وہ دور شروع ہونے والا ہے کہ اُن چیزوں کی حقیقت ان پر ظاہر ہو جائے گی، جن کا یہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ سورۃ الانعام اور سورۃ الاعراف کے بعد سورۃ الانفال اور سورۃ توبہ میں مشرکین مکہ پر اللہ کے عذاب کا ذکر آ رہا ہے۔ عذاب الٰہی کی پہلی قسط غزوۂ بدر میں ان پر نازل ہوئی۔ اس کا ذکر سورۃ الانفال میں ہے اور عذاب الٰہی کی آخری صورت کا ذکر سورۃ توبہ میں ہے۔

کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ اُن سے پہلے ہم نے کتنی ہی نسلوں اور قوموں کو ہلاک کیا، جنہیں ہم نے زمین میں وہ اقتدار عطا فرمایا تھا جو تم کو نہیں ملا۔ قوم عاد کتنی زبردست قوم تھی جو جزیرہ نما عرب میں آباد تھی۔ اُن کے حالات تمہیں کچھ معلوم ہیں۔ قوم ثمود کا کتنا دبدبہ تھا، وہ پہاڑ اور چٹانیں تراش تراش کر محل بناتے تھے۔ اُن کی قوت و عظمت کا اندازہ کرو۔ اے قریش! تمہیں تو وہ قوت و قدرت ملی بھی نہیں۔ جب انہیں ہلاک کر دیا گیا تو تمہاری کیا حیثیت ہے۔ ہم نے ان لوگوں پر آسمان سے خوب بارشیں برسائیں جو زمین پر رونق کا باعث تھیں۔ ہم نے دریا بہائے، نہریں جاری کر دیں۔ تو اُن کو بھی ہم نے ان کے گناہوں کی پاداش میں کفر اور اعراض کی وجہ سے ہلاک کر دیا، تو تم کس باغ کی مولی ہو۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ تمہارے ساتھ اللہ کی سنت اور اس کا قانون بدل جائے گا؟ اور یاد رکھئے! ہر ایک کو ہم نے ہلاک کرنے کے بعد ایک اور قوم کو اٹھا دیا۔

فرمانِ نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

جنس مخالف کی مشابہت اختیار کرنا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ:((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ)) (رواہ البخاری)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں (یعنی ان کی سی شکل و ہیئت، ان کا سا لباس اور ان کا انداز اپنائیں) اور ان عورتوں پر بھی جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں۔ (یعنی ان کی سی شکل و ہیئت بنائیں، ان کا سا لباس اور طرز و انداز اختیار کریں۔)''

تشریح : اولادِ آدم میں کچھ مرد ہیں اور کچھ عورتیں۔ مردوں کی اپنی جسمانی ساخت ہے اور عورتوں کی اپنی۔ ہر مرد کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے مرد ہونے پر راضی ہو اور ہر عورت اپنے عورت ہونے پر خوش ہو۔ جو مرد شکل وصورت، چال ڈھال اور لباس میں عورتوں کی مشابہت کرے تو وہ گویا اللہ کے اس فیصلے پر راضی نہیں ہے کہ اسے مرد بنایا گیا ہے۔ اسی طرح عورت اگر مردانہ انداز اور لباس پہنتی ہے تو وہ فطری تقاضوں سے بغاوت کر رہی ہے۔ اسی لئے ایسا کرنے والے مردوں اور عورتوں پر لعنت فرمائی گئی ہے۔

"تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر"

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 16 — 12 تا 18 جولائی 2007ء — 26 جمادی الثانی تا 2 رجب 1428ھ — شمارہ 27

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' **طابع**: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

زندگی اور موت کا مسئلہ

لال مسجد کی انتظامیہ اور حکومت کے مابین تنازعہ کا ڈراپ سین ہو چکا ہے۔مولانا عبدالرشید غازی خوش نصیب تھے کہ شہادت کا درجہ پا گئے (انا اللہ وانا الیہ راجعون)۔حکومت کامیابی کے دعوے کر رہی ہے لیکن یہ تو وقت ہی ثابت کرے گا کہ کون کامیاب رہا اور کون ناکام۔ہم نے اِس تنازعہ میں پہلے روز سے یہ موقف اختیار کیا تھا کہ غازی برادران کا موقف صدفی صد درست ہے۔اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں اسلام نافذ نہ کرنا اخلاقی، قومی اور دینی جرم ہے۔کیونکہ قیام پاکستان کے وقت ہمیں پاکستان کا مطلب لاالہٰ الا اللہ بتایا گیا تھا اور قائداعظم نے قرآن پاک کو پاکستان کا آئین قرار دیا تھا۔لہٰذا اصل مجرم حکمران طبقہ ہے جو اپنے اِس عہد سے منحرف ہوا۔البتہ ہم یہ وضاحت بھی کرتے رہے کہ اگرچہ مولانا عبدالعزیز اور غازی عبدالرشید کا خلوص اور دخلاص شک وشبہ سے بالاتر ہے لیکن پاکستان میں نفاذ شریعت کے حوالہ سے ہمیں اُن کے طریق کار سے اختلاف ہے۔اب اِس پر بات کرنے کی ضرورت ہے، نہ یہ سودمند ہے۔فوجی اپریشن کے حوالہ سے ہم صرف یہ کہنے پر اکتفا کریں گے کہ حکومت نے جھوٹ، فریب اور مکاری کی انتہا کر دی، کبھی ان پر شیطان نے القا کیا کہ مسجد میں ابوذر اور ابوالمنصور رہیں۔کبھی انہوں نے غیر مانوس زبانیں بولتے لوگوں کو سنا۔کبھی کہا گیا کہ عسکریت پسندوں نے عورتوں اور بچوں کو یرغمال بنایا ہوا ہے اور اپنی جانوں کو بچانے کے لئے ہیومین شیلڈ بنایا ہوا ہے۔ہم اِس ظالم جابر اور انسان دشمن حکومت سے صرف ایک سوال کرتے ہیں کہ اگر اُنہوں نے عورتوں اور بچوں کو ہیومین شیلڈ بنایا ہوا تھا تو پھر اِن عسکریت پسندوں سے پہلے اِن عورتوں اور بچوں کو جان بحق ہونا چاہیے تھا۔ہم اِس حادثہ فاجعہ پر اِس قدر دل گرفتہ ہیں کہ کچھ کہنے لکھنے کی سکت نہیں رکھتے ،لیکن اتنا کہہ دیتے ہیں کہ مخلص لوگوں کے خون کا ہر ہر قطرہ اسلام کے شیدائیوں کو جنم دے گا۔حقیقت یہ ہے کہ حکومت کی بدنیتی واضح اور مبرہن ہے۔آخری وقت میں ایوانِ صدر کا طے شدہ فارمولہ کو تبدیل کر دینا اِس کا ثبوت ہے۔مشرف حکومت نے ایک پھنسی کو پہلے پھوڑا بنایا، پھر آپریشن کر کے اپنے امریکی اور مغربی آقاؤں کو بتایا کہ ہے کوئی ہم جیسا؟اب وہ برطانیہ اور امریکہ سے شاباش وصول کریں گے اور اپنے اقتدار کی طوالت کی بھیک مانگیں گے۔

بہر حال حکومت نے وحشیانہ قوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے لال مسجد اور جامعہ حفصہ "فتح" کر لیا۔حکومت نے اپنے اقدام کا جواز یہ بتایا ہے کہ لال مسجد کی انتظامیہ نے حکومتی رٹ کو چیلنج کیا تھا۔علاوہ ازیں وہ غازی عبدالرشید کا یہ مطالبہ کہ اُنہیں محفوظ راستہ دیا جائے اِس لیے تسلیم نہیں کر سکتی کہ قانون کی عملداری قائم کرنا اُس کا فرض ہے۔ہم حکومت سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ جب اتحادی فوجیں افغانستان کی سرحد عبور کر کے ہماری زمینی حدود کی خلاف ورزی کرتی ہیں یا اُن کی فضائیہ ہماری فضائی حدود کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پاکستان کے معصوم شہریوں کو خون میں نہلا دیتی ہے، اُن کے مکان زمین بوس کر دیتی ہے، تب حکومت کی رٹ کس حال میں ہوتی ہے۔اور کیا حکومتِ پاکستان کی رٹ اُس وقت دفن نہیں ہو جاتی جب کنڈولیزا رائس کہتی ہیں کہ پاکستان کے مستقبل کا فیصلہ بھارت اور امریکہ مِل کر کریں گے اور یہ کہ ہنگامی صورتِ حال میں پاکستانی کے ایٹمی اثاثہ جات پر کنٹرول حاصل کرنے کا ہم نے بندوبست کر رکھا ہے۔شرم نام کی کوئی چیز ہو تو ڈوب مرنے کا مقام تھا جب امریکن کانگرس میں یہ کہا گیا کہ ہم پاکستان سے معاملات گاجر اور چھڑی دونوں کے استعمال سے طے کرتے ہیں۔رٹ کے جھوٹے دعویدارو! کوئی دن نہیں جاتا جب تمہارا آقا امریکہ تمہاری نام نہاد رِٹ کی دھجیاں نہ اُڑاتا ہو۔تمہیں اپنی رٹ صرف اُس وقت یاد آتی ہے جب مدِ مقابل کمزور ہو۔

جہاں تک قانون کی عملداری قائم کرنے کے حوالہ سے حکومت کے عزم کا تعلق ہے اِس پر ہمیں پنجابی کی ایک ضرب المثل یاد آتی ہے، چھج تے بولے، تے چھانی کی بولے۔یعنی جس کی اپنی شخصیت میں چھید ہی چھید ہوں اور

دوسروں پر اعتراض کرنے کا کیا حق رکھتا ہے۔ جنرل صاحب! آئین قانون کی ماں ہوتی ہے۔ سب قوانین اِس کے بطن سے جنم لیتے ہیں۔ آپ نے آئین کی پاسداری کا حلف اٹھایا، پھر آپ نے حلف شکنی کرتے ہوئے اِس آئین کو پاؤں تلے روند ڈالا، جس کی پاسداری کی آپ نے قسم کھائی تھی اور یہ صرف ہوسِ اقتدار کی خاطر کیا گیا۔ آپ نے سول افراد پر مشتمل جو کٹھ پتلی حکومت بنائی ہوئی ہے، اُس میں بہت سے وزراء نیب کو مطلوب ہیں۔ اُن کے خلاف باقاعدہ مقدمات درج ہیں، لیکن قانون کی عملداری ہوا میں اُڑا دی گئی۔ صدر پاکستان نے ایک ایسے شخص کو صوبے کا گورنر بنا دیا، جس کے خلاف قتل کے مقدمات درج ہیں۔ ایک خود ساختہ جلاوطن لیڈر جس کے خلاف دو سو افراد کے قتل کے الزام ہیں، اُسے صدر پاکستان ٹیلی فون کر کے ملکی معاملات میں مشورہ کرتے ہیں۔ ایک وزیر کے خلاف اُس کے عزیز و اقارب اپنے ماموں کے قتل کا الزام لگاتے ہیں لیکن قانون کی عملداری کہیں نظر نہیں آتی۔ 12 مئی کو جب کراچی میں لاشیں گر رہی تھیں اور اسلام آباد میں ڈھول کی تھاپ پر صدر مشرف یہ اعلان کر رہے تھے کہ ہم نے کراچی میں اپنی قوت کا مظاہرہ کیا ہے، اِس اقرارِ جرم کے باوجود قانون حرکت میں نہ آیا اور صاف کہہ دیا گیا کہ ہم اِن پچاس افراد کے قتل کی کوئی انکوائری نہیں کروائیں گے۔ قانون کی عملداری قائم کرنے کی خاطر غازی عبدالرشید کو محفوظ راستہ نہ دینے والوں کو اپنے گریبانوں میں منہ ڈالنا چاہیے۔ اللہ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ وہ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے بری نہیں کرتا۔ ہر ظالم انسان مکڑی کی طرح جال بنتا ہے اور آخر کار خود اُس میں پھنس جاتا ہے۔ یہ جال بنا جا چکا ہے اور کسی دم مکڑی اس میں پھنس جائے گی۔

اب ہم اپنی برادر دینی تنظیم سے دست بستہ عرض کرتے ہیں کہ وہ پاکستان میں اسلام نافذ کرنے کی کوششوں کا انتہائی باریکی سے جائزہ لیں۔ آخر کیا وجہ ہے کہ نماز روزے کی طرف عوام کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے، حج اور عمرہ کی طرف رجوع عام ہو رہا ہے، مسجدیں جدید اور خوبصورت ہو گئی ہیں، لیکن نفاذِ اسلام کے احکامات معدوم ہوتے جا رہے ہیں۔ آخر کیوں؟ تبلیغی اجتماعات لاکھوں سے تجاوز کر رہے ہیں لیکن معاشرے میں بد دیانتی اور بدعنوانی میں اضافہ ہو گیا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے صالحین کی پیدائش کے حوالہ سے معاشرہ بانجھ ہو گیا ہے۔ مذہبی جماعتوں کے اکٹھ ایم ایم اے نے ایک صوبہ میں حکومت حاصل کر لی، لیکن نفاذِ اسلام کی طرف کوئی پیشرفت نہ ہو سکی۔ بلٹ کے زور پر اسلام نافذ کرنے اور حکمرانوں کو زیر کرنے کی کوششیں بھی ناکام ہو چکی ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اسلام کے نفاذ کا ایک ہی راستہ ہے، نبی ﷺ پاک کی سیرتِ مطہرہ کا مطالعہ کریں کہ آپؐ نے سرزمین عرب میں اسلام کو کس طرح نافذ کیا۔ اُن ہی نشانات پر مرحلہ وار چلنا ہو گا، تبھی اسلام کا نفاذ ممکن ہو گا۔

آخر میں ہم حکمرانوں اور سیکولر عناصر کو کہہ رہے ہیں کہ وہ کان کھول کر سن لیں کہ اسلام پاکستان کا مقدر ہے، یہ اٹل ہے، یہ شدنی ہے، یہ ہونی ہے، ہو کر رہے گی۔ شبِ قدر میں قائم ہونے والے اس پاک وطن میں اسلام کے سوا کوئی نظام قائم نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ نفاذِ اسلام میں کوئی تعاون نہیں کر سکتے تو راستے سے ہٹ جائیں، اُن کی بدنصیبی اُن پر مسلط ہو کر رہے گی۔ ہم پہلے بھی سمجھتے تھے اور اب حالات و واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ اِس گئے گزرے دور میں بھی ایسے مسلمانوں کی کمی نہیں جو اسلام کی عظمت پر کٹ مرنے کو تیار ہیں، ضرورت صرف صحیح رخ اور سمت اختیار کرنے کی ہے۔ ہم مسلمانانِ پاکستان سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اِس جانکاہ حادثہ پر صبر و تحمل سے کام لیں اور پُرامن رہیں۔ کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ ہم ذاتی اور اجتماعی سطح پر اسلام کا دامن مضبوطی سے تھام لیں اور موجودہ باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے اپنی زندگی کو وقف کر دیں۔ ان شاء اللہ پاکستان عملاً اسلام کا قلعہ بن کر رہے گا۔ اِس طرح کے چرکے ہمیں جھنجھوڑنے کے لئے لگ رہے ہیں، البتہ ہمیں جاگنا ہو گا، مزید غفلت اور غلطی کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ ہماری زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ یہ ہماری آئندہ نسلوں کی آزادی اور غلامی کا سوال ہے اور سب سے بڑھ کر یہ ہماری اُخروی ناکامی اور کامیابی کا سوال ہے۔ یاد رکھئے! اسلام دائمی زندگی اور کفر دائمی ہلاکت کا نام ہے۔

بقیہ: خطاب جمعہ

بھاگ رہی ہوں، تو اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے کہ یہ رواداری کا تقاضا ہے۔ یہ تہذیب اور وسعت نظری کی علامت ہے۔ حقیقت میں یہ فکر سراسر گمراہی ہے۔ یہ اس دین کے انکار کے مترادف ہے جو نبی اکرم ﷺ لے کر آئے ہیں۔ یاد رکھئے! برائی اور منکرات سے چشم پوشی رواداری نہیں، بے حمیتی اور مجرمانہ غفلت ہے اور یہ ایمان کے لیے خطرے کا الارم ہے۔ اور اس غفلت کا نتیجہ آخرت کا نقصان ہی نہیں، دنیا میں بھی معاشرتی بگاڑ اور فساد ہے، جس کا مظہر آج ہماری سوسائٹی بنی ہوئی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ہمیں متنبہ فرما دیا تھا کہ اگر تم برائی سے روکنا چھوڑ دو گے تو تم بھی برائی کے سیلاب میں بہہ جاؤ گے۔ اس بات کو آپ ﷺ نے ایک مثال سے بھی واضح فرمایا: ''حضرت نعمان بن بشیر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مثال ان لوگوں کی جو اللہ کی حدود اور اس کے احکام کے بارے میں مداہنت (یعنی سہل انگاری اور ڈھیلے پن) سے کام لیتے ہیں (روک ٹوک نہیں کرتے) اور ایسے لوگوں کی جو خود اللہ کی حدود کو پامال اور اس کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں، ایک ایسے گروہ کی سی مثال ہے جو باہم قرعہ اندازی کر کے ایک کشتی پر سوار ہوا، تو کچھ لوگوں نے کشتی کے نیچے کے درجہ میں جگہ پائی اور کچھ نے اوپر والے درجہ میں...... تو نیچے کے درجہ والا آدمی پانی لے کر اوپر کے درجہ والوں پر سے گزرتا تھا۔ اس سے انہوں نے تکلیف محسوس کی (اور اس پر ناراضی کا اظہار کیا) تو نیچے کے درجہ والے نے کلہاڑا لیا اور لگا سوراخ کرنے کشتی کے نیچے کے حصے میں (تاکہ نیچے ہی سے دریا سے براہِ راست پانی حاصل کر لے اور پانی کے لیے اوپر آنا جانا نہ پڑے)۔ تو اوپر کے درجہ والے اس کے پاس آئے اور کہا کہ تم کو کیا ہو گیا ہے؟ (یہ کیا کر رہے ہو؟) اس نے کہا کہ (پانی کے لیے میرے آنے جانے سے) تم کو تکلیف ہوئی (اور تم نے ناراضی کا اظہار کیا) اور پانی تو (زندگی کی) ناگزیر ضرورت ہے (میں دریا سے پانی حاصل کرنے کے لیے یہ سوراخ کر رہا ہوں...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) تو اگر یہ کشتی والے اس آدمی کا ہاتھ پکڑ لیں (اور اس کو کشتی میں سوراخ نہ کرنے دیں) تو اس کو بھی ہلاکت سے بچا لیں گے اور اپنے کو بھی۔ اور اگر اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں گے (اور کشتی میں سوراخ کرنے دیں) تو اس کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیں گے اور اپنے کو بھی (سب ہی غرقاب ہو جائیں گے)۔ (صحیح بخاری)

تو یہ ہے فریضۂ نہی عن المنکر کی اہمیت، لیکن اس کام کو قوت کے ساتھ کرنے کے کچھ تقاضے اور شرائط ہیں۔ جنہیں لال مسجد انتظامیہ نے پورا نہیں کیا، یہ شرائط اور تقاضے کیا ہیں، ان پر گفتگو آئندہ جمعہ ہو گی (ان شاء اللہ)۔

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

لال مسجد انتظامیہ کے خلاف حکومتی آپریشن

حکومت نے مسئلہ کے پرامن حل کے لیے کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی بلکہ مذموم مقاصد کے لیے دانستہ طور پر معاملے کو طول دیا گیا

اسلامی نظام کا مطالبہ کرنے والوں کے خلاف حکومتی اقدام انتہائی افسوسناک ، اور اسلام اور ملک کے لیے تباہ کن ہے

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے خطبہ جمعہ کی تلخیص

آیات قرآنی کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد:

حضرات! اس ہفتہ کا المناک اور انتہائی ناخوشگوار واقعہ لال مسجد تنازعہ ہے' جس کے خلاف حکومتی آپریشن سے حالات حد درجہ پیچیدہ صورت اختیار کر گئے ہیں۔ اندریں حالات عام آدمی یہ جاننا چاہتا ہے کہ حکومت اور لال مسجد انتظامیہ میں سے کس کا موقف درست ہے' اور کس کا غلط۔ اگر مسجد انتظامیہ کا اقدام درست ہے' تو پھر دینی جماعتیں اسے سپورٹ کیوں نہیں کر رہی ہیں۔ اور کیا حکومتی آپریشن کو درست قرار دیا جا سکتا اور اس کی تائید کی جا سکتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ صورتحال کو سمجھنے میں مانع وہ خاص تاثر ہے جو بعض لوگوں کی طرف سے پھیلایا جا رہا ہے' اور وہ یہ کہ یہ سارا تنازعہ حکومت اور مسجد انتظامیہ کی آپس کی ملی بھگت کا شاخسانہ ہے۔ یہ نورا کشتی ہے' جس کا مقصد چیف جسٹس کے خلاف صدارتی ریفرنس سے لوگوں کی توجہ ہٹانا ہے۔ اور پھر اس تنازعہ کا کسی حد تک جو ڈراپ سین ہوا ہے کہ مولانا عبدالعزیز برقع میں باہر جاتے ہوئے گرفتار ہو گئے' اس نے جہاں دینی طبقات کو سخت شرمسار کر دیا ہے' اس سے عام لوگوں کے ذہن میں مزید شکوک و شبہات پیدا ہو گئے۔ بہرحال اس تنازعہ سے قوم سخت الجھن میں مبتلا ہے' اسے معلوم نہیں کہ حقیقت کیا ہے؟

لال مسجد کے خلاف حکومتی آپریشن کے بعد پی ٹی وی کے نمائندے نے بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا موقف جاننے کے لیے ان کا بیان ریکارڈ کیا۔ بانی تنظیم نے جہاں یہ کہا کہ ہم لال مسجد انتظامیہ کے طریق کار سے متفق نہیں' ساتھ ہی انہوں نے آپریشن کے حوالے سے حکومت پر بھی تنقید کی' مگر افسوس کہ پی ٹی وی نے ان کے بیان کو توڑ مروڑ کر پیش کیا۔ جس سے یہ تاثر ابھرا کہ شاید ہم لال مسجد انتظامیہ کی مذمت کر رہے ہیں۔ اس سے لوگوں کے ذہنوں میں ہمارے موقف کے حوالے سے مغالطے پیدا ہوئے' خاص طور پر رفقاء تنظیم اسلامی میں بے چینی پیدا ہوئی کہ نفاذ اسلام کے مطالبے سے اعلانِ برأت کیوں کر رہے ہیں۔ اندریں حالات ضروری ہے کہ لال مسجد کی تحریک اور اس کے خلاف حکومتی آپریشن کے حوالے سے تنظیم کا موقف واضح کیا جائے۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہم لال مسجد انتظامیہ کے مطالبات سے مکمل اتفاق کرتے ہیں۔ ملک میں نفاذ اسلام کا مطالبہ ایک ایسا مطالبہ ہے جو ہر صاحب ایمان اور مخلص مسلمان کے دل کی آواز ہے۔ پاکستان کے قیام کا مقصد ہی ایک اسلامی ریاست کا قیام تھا۔ لہٰذا ضروری تھا کہ ابتدا ہی سے ملک میں اسلامی نظام نافذ کر دیا جاتا۔ اگر ہم اسلام نافذ نہ کر سکے تو یہ ہماری مجرمانہ غفلت ہے' اور اس کی سزا آج امریکی غلامی کی صورت میں پوری قوم بھگت رہی ہے۔ آج اگر لال مسجد انتظامیہ نے یہ مطالبہ کیا ہے' تو یہ صد فی صد درست مطالبہ ہے۔ ہم اس کی بھرپور تائید کرتے ہیں اور حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ملک میں اسلامی نظام نافذ کیا جائے۔

> اگر حکومت سنجیدگی سے مسئلے کو پرامن طور پر حل کرنا چاہتی تو کر سکتی تھی' لیکن اس نے دانستہ کوشش کی کہ یہ معاملہ حل نہ ہو' بلکہ طول پکڑے تاکہ امریکہ کو یہ باور کرایا جا سکے کہ ہماری حمایت کرو' ورنہ دارالحکومت اسلام میں بیٹھے امریکہ مخالف' انتہا پسند' اقتدار پر قبضہ کر سکتے ہیں

دوسری بات یہ ہے کہ مسجد انتظامیہ کے طریق کار سے ہمیں اختلاف ہے۔ ہم ہی نہیں پاکستان کے تمام جید علماء بیک آواز کہہ رہے ہیں کہ' یہ طریقہ کار درست نہیں ہے۔ اگر انہوں نے یہ اقدام کیا ہے' تو اس کے لیے از روئے دین جو شرائط ہیں' انہیں پورا کیا جانا اور ضروری مراحل کو طے کرنا لازم تھا لیکن ظاہر ہے کہ انہوں نے اس کی شرائط پوری نہیں کیں اور قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر حکومت کو جوابی اقدام کا جواز مہیا کر دیا۔

تیسری بات یہ ہے کہ حکومت کو آپریشن کی بجائے پرامن ذرائع سے معاملے کو حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تھی۔ حکومت بظاہر تو یہی کہہ رہی ہے کہ ہم نے پرامن طور پر مسئلے کے حل کے لیے بہت کوششیں کیں' اور سطح بین لوگ اس سے متاثر بھی ہو رہے ہیں' لیکن حقیقت یہ ہے کہ مسئلے کے حل کے لیے حکومت نے کوئی بھی سنجیدہ کوشش نہیں کی۔ اگر کوئی حکومتی عہدیدار وہاں گیا بھی ہے' تو اس نے مسجد انتظامیہ سے جو وعدہ کیئے' انہیں پورا نہیں کیا گیا۔ یہاں تک کہ حکومتی آپریشن سے چند دن قبل چودھری شجاعت حسین کو بھی یہ کہنا پڑا کہ خراب صورت حال کی اصل ذمہ دار اسلام آباد انتظامیہ ہے' جو مسجد انتظامیہ سے کیے گئے وعدوں کو عملی جامہ پہنانے میں رکاوٹ ڈال رہی ہے۔ اس سے یہ بات صاف عیاں ہے کہ حکومت نے دانستہ کوشش کی ہے کہ یہ معاملہ حل نہ ہو' بلکہ طول پکڑے' تاکہ امریکہ کو یہ باور کرایا جا سکے کہ ہماری حمایت کرو' ورنہ دارالحکومت اسلام میں بیٹھے امریکہ مخالف 'انتہا پسند' اقتدار پر قبضہ کر سکتے ہیں۔

حکومتی ترجمانوں کا یہ دعویٰ بھی بے بنیاد اور خلاف واقعہ ہے کہ حکومت نے علماء کے ذریعے مسئلہ کو حل کروانے کی بھرپور کوشش کی۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ جو علماء کرام بھی لال مسجد گئے' مسجد انتظامیہ کی دعوت پر گئے۔ ان علماء نے مسجد انتظامیہ کے مطالبات کی تائید کرتے ہوئے' ان کے طریق کار سے اختلاف کیا۔ انہوں نے ہمیں بھی دعوت دی۔ چنانچہ میں دو بار ان سے ملا۔ دوسری ملاقات تو آپریشن سے چند دن پہلے ہوئی' اور میں نے ان سے اپنی ملاقاتوں میں نبوی طریق کار کی طرف توجہ دلانے کی کوشش کی۔ بہرحال ہم سمجھتے ہیں کہ اگر حکومت سنجیدگی سے مسئلے کو پرامن طور پر حل کرنا چاہتی تو کر سکتی تھی' لیکن اُس نے دیدہ دانستہ مجرمانہ غفلت برتی۔ چنانچہ بہت سی قیمتی جانوں کا جو ضیاع ہوا ہے' اُس کی اصل ذمہ دار حکومت ہے اگرچہ اس کی کسی حد تک ذمہ داری تحریک اٹھانے والوں پر بھی عائد ہوتی ہے۔

جہاں تک اس الزام کا تعلق ہے جو دونوں بھائیوں پر

لگایا جاتا ہے کہ وہ ایجنسیوں کا کھیل کھیل رہے ہیں اور اس کے ذریعے حکومت سپریم کورٹ میں چیف جسٹس کے خلاف صدارتی ریفرنس سے لوگوں کی توجہ ہٹانا چاہتی ہے' یہ بے بنیاد ہے۔ الزام لگانے والوں کے پاس اس کے لیے کوئی شواہد موجود نہیں ہیں' حالانکہ عدل کا تقاضا ہے کہ الزام کو ثابت کیا جائے۔ مولانا عبدالعزیز نے مجھ سے بجا طور پر فرمایا کہ جو لوگ ہمیں ایجنسیوں سے ملے ہونے کا الزام دے رہے ہیں' اسلامی اصول کے مطابق ثبوت دینا ان کا فرض ہے' اور اگر وہ ثبوت نہیں دے سکتے' تو ہمارے لیے اپنی بریت ثابت کرنے کا یہی راستہ ہے کہ قسم کھائیں۔ چنانچہ انہوں نے قسم کھا کر یہ بات کہی کہ ہمارا ایجنسیوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ لال مسجد والوں کی ایک تاریخ ہے۔ انہوں نے ہر دور میں کلمۂ حق بلند کیا ہے۔ اس بنا پر ان کے والد کو بھی شہید کر دیا گیا۔ اور اسی وجہ سے ان کی مسجد میں لوگ دور دراز سے آتے تھے اور جمعہ کے موقع پر غیر معمولی حاضری ہوتی تھی اور اسی جذبہ کے تحت انہوں نے نفاذ اسلام کے لیے صدا بلند کی۔ اور پھر جب اس پر لوگوں کی جانب سے تائیدی خطوط اور فون آنے لگے' انہوں نے ان بھائیوں کو اپنے موقف پر اور بھی زیادہ پختہ تر کر دیا' اور شاید یہی وجہ ہے جس کی بنا پر وہ علماء کے مشوروں کو قبول نہ کر سکے۔

کہا جا رہا ہے کہ لال مسجد والے اپنے ہاتھ سے نہی عن المنکر نہیں کر سکتے' تو ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ نہی عن المنکر حکومت کیوں نہیں کرتی' جس کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے۔ ساٹھ سال گزرنے کے باوجود یہاں اسلامی نظام کیوں نافذ نہیں کیا گیا۔ حکمرانو! تم خود منکرات کا خاتمہ کرو' کہ تم سے اسلام کا یہ بنیادی تقاضا ہے۔ قرآن و سنت اسی کا حکم دیتے ہیں۔ کیا یہ تمہارا جرم نہیں کہ نفاذِ شریعت اور نہی عن المنکر کی بجائے منکرات اور فواحش کو فروغ دے رہے ہو' اور اسلام کی جڑیں کھودنے پر کمر بستہ ہو۔

جیسا کہ میں نے واضح کیا کہ لال مسجد انتظامیہ کے مطالبات سے ہمیں مکمل اتفاق ہے' اختلاف طریق کار سے ہے۔ مولانا برادران نے کہا ہے کہ منکرات کا خاتمہ اگر حکومت نہیں کرتی' تو یہ کام ہم خود کریں گے۔ اس ضمن میں اُن کی اصل غلطی کیا ہے' قبل اس کے کہ اس پر گفتگو ہو' مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نہی عن المنکر کی اہمیت واضح کر دی جائے۔

ہمارے دین میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی خصوصی اہمیت ہے۔ قرآن حکیم میں اُمت مسلمہ کی غرض و غایت ہی یہ بیان کی گئی ہے کہ:

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُم ۚ مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿١١٠﴾﴾ (آل عمران)

''(مومنو!) جتنی اُمتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں' تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہت اچھا ہوتا۔ ان میں ایمان لانے والے بھی ہیں (لیکن تھوڑے) اور اکثر نافرمان ہیں۔''

سورۂ آل عمران ہی میں فرمایا:

﴿وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٤﴾﴾

''اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو

پریس ریلیز 10 جولائی 2007ء

''صدر مشرف نے لال مسجد کے مسئلے پر مثبت مذاکرات کی بجائے، طاقت کے بے رحمانہ استعمال سے اور سینکڑوں طلبہ و طالبات کو خاک و خون میں نہلا کر ملک میں خانہ جنگی کی راہ ہموار کر دی۔''

''ملک میں مذہبی اور سیکولر طبقے کے درمیان ٹکراؤ کی فضا پیدا کرنا امریکی اور صیہونی ایجنڈا ہے''

''لال مسجد کا سانحہ شریعت سے متصادم حکومتی اقدامات کا ردعمل ہے۔ اگر حکومت نے شریعت کا نفاذ اور منکرات کا خاتمہ نہ کیا تو لال مسجد جیسے سانحات آئندہ بھی ہوتے رہیں گے''

حافظ عاکف سعید

حکمران طبقے نے لال مسجد کے مسئلے پر مثبت مذاکرات پر لچک کا مظاہرہ کرنے کی بجائے قوت و طاقت اور جبر و تشدد کے ذریعے سینکڑوں طلبہ و طالبات کو خاک و خون میں نہلانے کے راستے کو ترجیح دے کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ نہ تو انہیں اسلام کے نام پر بننے والے ملک کی پاک سرزمین میں نفاذ شریعت کا کچھ خیال ہے اور نہ انہیں اس ملک کے عوام کی جانوں کا احترام اور ان کے جذبات و احساسات کا کوئی پاس ہے۔ بلکہ ان کا اصل مقصود صرف آج کی سب سے بڑی طاغوتی طاقت امریکہ اور اس کے صدر کو خوش کرنا ہے تاکہ وہ اپنے ذاتی اقتدار اور مفادات کا تحفظ کر سکیں۔ حکمران طبقے کا یہ طرزِ عمل اللہ کے قہر کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ صدر مشرف نے لال مسجد کے بحران کو پہلے غیر معمولی طول دے کر بگاڑا اور پھر طاقت کے بے رحم استعمال کے ذریعے عاقبت نااندیشی کا ثبوت دیا ہے اور اس طرح اپنے طرزِ عمل کے نتیجے میں ملک میں خانہ جنگی کی راہ ہموار کر دی ہے۔ ملک میں سیکولر عناصر اور مذہبی طبقات میں حائل خلیج کو وسیع کر کے ان کے درمیان نفرت پیدا کرنا اور ایسے حالات پیدا کرنا کہ یہ طبقات آپس میں ٹکرا جائیں' دراصل اسلام کے خلاف وہ امریکی اور صیہونی ایجنڈا ہے جس کی تکمیل میں صدر مشرف سرگرم عمل ہیں۔ اس صورت حال کا تمام تر فائدہ صرف اور صرف ملک دشمن اور اسلام دشمن طاقتوں کو پہنچے گا۔ ہم پاکستان کے مفتی اعظم مولانا رفیع عثمانی اور وفاق المدارس کے قائد علماء کی کوششوں کو سلام کرتے ہیں کہ انہوں نے آخری وقت تک اس معاملے کو باہم مذاکرات اور گفت و شنید کے ذریعے سلجھانے کی پوری کوشش کی لیکن بقول مفتی رفیع عثمانی ان کوششوں کو ناکام بنانے میں ایوانِ صدر نے فیصلہ کن کردار ادا کیا ہے اور اس طرح جبر و تشدد کی ایک نئی تاریخ رقم کر کے ملک میں بدامنی اور انتشار کا ایک نیا دروازہ کھول دیا ہے۔ امریکہ اور بھارت کے سامنے بچھ جانے اور ہر طرح کی لچک کا مظاہرہ کرنے والوں کا اپنے ملک کے عوام کے ساتھ آہنی ہاتھوں سے نبٹنے کی پالیسی اپنانا ہرگز ملک و ملت کی خیر خواہی نہیں ہے۔

یہ درست ہے کہ منکرات کے خاتمے کے لیے لال مسجد والوں کا قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا درست نہ تھا اور قانوناً جرم تھا' لیکن کیا حکومت کا جرم اس سے کہیں زیادہ سنگین نہیں ہے؟ اس لیے کہ مسلمانوں کے ملک میں شریعت کو نافذ کرنا اور منکرات اور حرام کاری کا خاتمہ کرنا حکمرانوں کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ موجودہ حکومت اس حوالے سے گزشتہ 8 سالوں سے جرم عظیم کی مرتکب ہو رہی ہے۔ لال مسجد کا سانحہ حکومت کے اس جرم کا ردعمل ہے۔ اگر حکومت نے آئندہ بھی اسلام کی جڑیں کھودنے کا کام جاری رکھا اور اپنے جرم کا کفارہ ادا کرنے کی خاطر شریعت کا نفاذ اور منکرات کا خاتمہ نہ کیا تو لال مسجد جیسے سانحات آئندہ بھی ہوتے رہیں گے اور اس کی اصل ذمہ دار حکومت خود ہو گی' جبکہ سارا فائدہ ملک دشمن طاقتوں کو پہنچے گا۔ (جاری کردہ: حافظ عاکف سعید، امیر تنظیم اسلامی)

نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے۔ یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں''۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جہاں حکومت کے فرائض میں شامل ہے جیسا کہ فرمایا:

﴿اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾ (الحج)

''یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے''۔

وہاں یہ علماء وصلحاء کا بھی بنیادی کام ہے۔ چنانچہ جب معاشرے میں منکرات پھیل رہے ہوں' فحاشی وعریانی عام ہو رہی ہو' حرام کاری کو فروغ مل رہا ہو' حرام خوری کا چلن عام ہو رہا ہو' ظلم وزیادتی اور ناانصافی ہو رہی ہو تو علماء کا یہ فرض ہے کہ اس کے خلاف آواز اٹھائیں۔ جب تک قوت واختیار حاصل نہ ہو زبان سے برائی کا انسداد کریں' لوگوں میں برائیوں سے نفرت پیدا کریں' اُن کی دینی حمیت اور غیرت کو بیدار کریں۔ جمعہ کی تقاریر اور دروسِ قرآنی کے ذریعے افراد ملت کی تربیت کریں' انہیں برائیوں کی ہلاکت اور دنیوی واخروی نقصانات سے آگاہ کریں۔ انہیں بتائیں کہ رشوت خوری' سود خوری کی شریعت میں کتنی شناعت بیان کی گئی ہے' جوا کیا ہے' اس کے نقصانات کیا ہیں' حقوق العباد میں کوتاہی دین کی نظر میں کتنا بڑا جرم ہے' کہ اسے اللہ اس وقت تک معاف نہیں کرتا جب تک بندہ خود معاف نہ کرے اور اس کے ساتھ ساتھ دین کا تقاضا ہے کہ وہ برائی کو طاقت سے ختم کرنے کی خاطر قوت کے حصول کے لیے بھی کوشاں رہیں۔

علماء کا کام مداہنت اور مصلحت کوشی نہیں کہ یہ دیکھیں کہ منکرات کے خلاف بات کریں گے تو لوگ ان کے دروس اور تقاریر میں آنا بند کر دیں گے' یا یہ کہ اگر سود خوری اور رشوت کے خلاف بات کی تو سرمایہ دار مسجد و مدرسہ کو چندہ نہیں دیں گے' لہٰذا برائی کے طوفان کے باوجود لوگوں کو جنت کی بشارتیں ہی سناتے جائیں' انہیں قصے کہانیوں اور کرامات میں مبتلا رکھیں۔

مست رکھو ذکر و فکر صبح گاہی میں اسے
پختہ تر کر دو مزاجِ خانقاہی میں اسے

علماء اُمت کی بنیادی ذمہ داری نہی عن المنکر ہے۔ چنانچہ ان پر لازم ہے کہ بلاخوف لومۃ لائم اس کو ادا کریں۔ اگر وہ یہ ذمہ داری ادا کرتے رہیں تو عوام بیدار ہوتے ہیں اور حکمرانوں کو یہ جرأت نہیں ہوتی کہ کھلم کھلا منکرات کو فروغ دے سکیں۔ اگر وہ یہ ذمہ داری ادا نہیں کرتے تو بہت بڑے جرم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ سورۃ المائدۃ میں علماء بنی اسرائیل کی بابت فرمایا گیا:

﴿لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ (۶۳)﴾

''بھلا ان کے مشائخ اور علماء انہیں گناہ کی باتوں اور حرام کھانے سے منع کیوں نہیں کرتے۔ بلاشبہ وہ برا کرتے ہیں''۔

اس ذمہ داری سے پہلوتہی کے سبب بنی اسرائیل پر لعنت کی گئی ہے۔ فرمایا:

﴿لُعِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا یَعْتَدُوْنَ (۷۸)﴾

''جو لوگ بنی اسرائیل میں کافر ہوئے' ان پر داؤدؑ اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی۔ یہ اس لیے کہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے تجاوز کرتے تھے''۔

فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اولی الامر اور علماء اسلام کے ساتھ ساتھ عمومی طور پر پوری امت کی ذمہ داری بھی ہے۔ اگرچہ حکومت اور اہل علم پر اس ذمہ داری کا بوجھ زیادہ ہے' تاہم کوئی بھی شخص اس سے بری الذمہ نہیں ہو سکتا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ رَاٰی مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ))

''تم میں سے جب کوئی شخص برائی کو دیکھے تو چاہیے کہ اپنے ہاتھوں سے کام لے کر اس کو دور کرے اور اگر اس کی طاقت نہ پائے تو زبان سے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ پائے تو دل سے اور یہ آخری صورت ایمان کی بڑی کمزوری کا درجہ ہے''۔

معلوم ہوا کہ سب سے بہتر درجہ یہ ہے کہ برائی کا قوت سے خاتمہ کیا جائے' جس جس شخص کو بھی جہاں قوت میسر ہے' اس پر لازم ہے کہ وہ اُس کو استعمال میں لاتے ہوئے برائی کو ختم کرے۔ ملک کا سربراہ ملک میں بااختیار ہے' اس کا فرض ہے کہ ملک کو برائیوں اور ہر طرح کے ظلم وناانصافی سے پاک کرے۔ اس طرح ہر شخص کو کم از کم اپنے گھر میں اختیار حاصل ہوتا ہے' وہ گھر میں غیر شرعی امور کا خاتمہ کرے۔ کسی ادارے کا چیف ایگزیکٹو اور قبیلے کے سردار اپنے دائرہ اختیار میں برائی کو قوت سے روکے۔ اگر کسی شخص کو قوت واختیار نہیں تو اسے چاہیے کہ وہ زبان سے برائی کو روکے' اس کے دنیوی و اُخروی نقصانات واضح کرے' اس کی اصلاح کی کوشش کرے۔ اگر کوئی صاحب ایمان شخص بہت کمزور ہے اور زبان سے بھی برائی کو روک نہیں سکتا' تو ایمان کا کم از کم تقاضا یہ ہے کہ دل سے برائی کو برا جانے اور برائی میں مبتلا شخص سے دوستی نہ رکھے۔ اس کے دل میں شدید گھٹن' بے چینی اور اضطراب ہونا چاہیے' اور اُسے ہر وقت یہ فکر لاحق رہے کہ یہ برائی کیونکر ختم ہو سکے گی۔ اور برائی کو دل سے برا جاننا ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

یہ حدیث تین مختلف قسم کی حالتوں کے لیے رہنمائی ہے۔ اصل میں جو چیز مطلوب ہے' اور جو حدیث کے بین السطور میں موجود ہے' وہ یہ ہے کہ آدمی نچلے درجے سے اوپر کے درجے کے لیے کوشاں رہے۔ اعلیٰ درجے میں برائی کے خاتمے یعنی نہی عن المنکر بالید کے لیے طاقت اور قوت حاصل کرنے کی کوشش کرے' اس کے لیے حالات کو سازگار بنائے۔

اس حدیث کی روشنی میں ہم میں سے ہر ایک کو اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ آیا ہم تینوں میں سے کسی درجے پر فائز ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں ہیں تو پھر اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔ کیونکہ آپؐ کے فرمان کے مطابق اگر آدمی برائی کو دل سے بھی برا نہ جانے تو اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہوتا۔

اسی طرح کی ایک اور روایت ہے جو عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''کوئی نبی ایسے نہیں گزرے جنہیں اللہ نے مجھ سے پہلے کسی امت میں مبعوث کیا ہو' مگر یہ کہ اس کے لیے اس کی امت میں سے کچھ (لوگ نکلتے تھے جو اس کے) حواری اور اصحاب ہوتے تھے۔ وہ اس کی سنت کو مضبوطی سے پکڑتے تھے' اور اس کے حکم کے مطابق چلتے تھے۔ پھر (ہمیشہ ایسا ہوتا رہا کہ) ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ آ جاتے تھے' کہ کہتے وہ تھے جو کرتے نہیں تھے' اور کرتے وہ تھے جس کا انہیں حکم نہیں دیا تھا۔ تو جو شخص ایسے لوگوں کے ساتھ جہاد کرے گا اپنے ہاتھ سے تو وہ مؤمن ہے۔ اور جو ان سے جہاد کرے گا اپنی زبان سے وہ مؤمن ہے۔ اور جو ان سے جہاد کرے گا اپنے دل سے وہ بھی مؤمن ہے اور اس کے بعد تو ایمان رائی کے دانے کے برابر بھی نہیں!''

اگر بحیثیت قوم ہم اپنے طرزِ عمل کا جائزہ لیں' تو یہ واضح ہے کہ فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے باب میں ہم حد درجہ غفلت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ اگر کہیں اس باب میں کوئی کام ہو بھی رہا ہے' تو میڈیا کے ذریعے ایسے لوگوں کی 'برین واشنگ' کی جا رہی ہے' اور ان کے دل سے برائی سے نفرت کو ختم کرنے کی مذموم کوششیں ہو رہی ہیں۔ نام نہاد رواداری اور روشن خیالی کے عنوان کے تحت یہ خیال عام کیا جا رہا ہے کہ اگر کہیں برائی ہوتی ہے' یا کوئی غلط کام ہوتا ہے' تو ہمیں اس سے چشم پوشی کرنی چاہیے' اسے برداشت کرنا چاہیے۔ مخلوط میراتھن ریس ہو تو کوئی اس پر انگلی نہ اٹھائے۔ خواتین نیم عریاں حالت میں (باقی صفحہ نمبر 4 پر)

قدرتی آفات: مؤثر منصوبہ بندی کی ضرورت

ابوالحسن

آسمانی آفات کو روکنا ہماری طاقت سے باہر ہے لیکن بند بنانا اور اِن کی مسلسل دیکھ بھال کرنا تو ہماری ذمہ داری ہے۔ زلزلے کے آگے ہم سب لاچار ہیں، لیکن اِس کے نقصانات کو کم سے کم رکھنے کے لیے فنِ تعمیر اور طرزِ زندگی میں ضروری تبدیلی تو کی جا سکتی ہے۔ اسی طرح سمندری طوفان کی کئی کئی روز قبل اطلاع دینے والے نظام اور اِس کی اطلاع کا عام آدمی تک بروقت ترسیل کا نظام قائم کرنا بھی حکومت کا فرض ہے۔ سوال یہ ہے کہ آفات کی تباہی سے نمٹنے کے لیے ایک ایسے خودمختار ادارے کی تشکیل میں آخر کتنے پیسے خرچ ہوتے ہیں۔ گزشتہ 60 برس کے دوران کوئی عشرہ ایسا نہیں گزرا جب تباہ کن سیلابوں کے نتیجہ میں سینکڑوں افراد نہ مرے ہوں، لاکھوں بے گھر نہ ہوئے ہوں، بے شمار کھڑی فصلیں تباہ نہ ہوئی ہوں اور اربوں روپے کا اقتصادی نقصان نہ ہوا ہو۔ لیکن پاکستانی حکومتیں اِس دوران میں ایک کاغذی فلڈ وارننگ سسٹم سے زیادہ کچھ نہ کر سکیں۔ تمام تر یقین دہانیوں کے باوجود کوئی ایسا مربوط نظام نہیں بنایا جا سکا، جو تازہ ترین تباہی کے نقصانات کو گزشتہ تباہی کے معاملے میں کم رکھتا۔ یہ کسی پاکستانی روزنامے یا ہفت روزہ جریدے کے ادارے کے الفاظ نہیں بلکہ سندھ اور بلوچستان میں سیلاب اور طوفانی بارشوں کی حالیہ تباہ کاریوں پر بی بی سی کا تبصرہ ہے۔

حکومت خصوصاً جنرل پرویز مشرف آج کل میڈیا کے رول پر آگ بگولہ ہو رہے ہیں اور اُسے انتہائی منفی اور یکطرفہ قرار دے رہے ہیں۔ ہم نے بی بی سی کا سیلاب کی تباہ کاریوں پر یہ تبصرہ اِس لیے نقل کیا ہے کہ آسمانی آفات کے حوالے سے پاکستانی حکومتوں کی انتہائی ناقص کارکردگی پر مہذب انداز میں اس سے بہتر تبصرہ ممکن نہیں تھا اور اِس لیے بھی نقل کیا ہے کہ پاکستانی میڈیا ہی نہیں، دنیا بھر میں آپ کی کارکردگی پر کیا کچھ کہا جا رہا ہے۔ کس کس کا آپ منہ بند کریں گے۔ جب بھی سیلاب آتا ہے یا کوئی آسمانی آفت نازل ہوتی ہے، حکومت اس بندر کی سی پھرتیاں دکھاتی ہے جو کسی حادثے کے نتیجہ میں جنگل کا بادشاہ بن گیا تھا۔ بالکل اسی انداز میں سیلاب کی تباہ کاریوں کا ہیلی کاپٹروں میں فضائی جائزہ لیا جاتا ہے، بلکہ صحیح تر الفاظ میں ڈوبتے اور مرتے لوگوں کا تماشا دیکھا جاتا ہے۔ نقصان صرف عوام کا نہیں ہوتا حکومت کا بھی ہوتا ہے، لیکن جانی و مالی نقصانات کو کم کرنے کے لیے مستقل بنیادوں پر کوئی منصوبہ بندی نہیں ہوتی۔ ''روشن خیالی'' کے حوالے سے ہم امریکیوں اور یورپین کے بوٹ چاٹتے رہتے ہیں، حالانکہ یہ ہے وہ میدان یعنی اپنے عوام کے جان و مال کی حفاظت کی ہر ممکن کوشش کرنا جس میں ہمیں دیکھنا چاہیے کہ مادی طور پر ترقی یافتہ یہ ممالک اپنے عوام کی حفاظت کس سائنٹیفک انداز میں کر رہے ہیں۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ایسے مصیبت کے وقت میں بھی ہمارے سیاستدانوں اور حکمرانوں کو سیاست اور ذاتی پروجیکشن کی فکر لاحق ہوتی ہے۔ کیمرہ مینوں اور فوٹو گرافروں کو بلا بلا کر صاحب متاثرین میں امداد تقسیم کرتے ہیں۔ جونہی فوٹو سیشن ختم ہوتا ہے، امدادی کارروائی بھی ختم ہو جاتی ہے۔ بلکہ یوں بھی ہوا ہے کہ صاحب کے جانے کے بعد پولیس نے ڈنڈوں سے متاثرین کی تواضع کی۔ ہم سب کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ یہ منافقت کب تک چلے گی۔ کب تک فراڈ اور دھوکے کی یہ سیاست چلے گی۔ کب تک کچے گھروں کے مکین حشرات الارض کی طرح مارے جاتے رہیں گے۔ ہمارے عظیم المرتبت نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ حکمران قوم کا خادم ہوتا ہے لیکن اسلام کے نام پر بننے والے اِس ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان میں غریب خون پسینہ بہا کر حکمران کے لیے محل تیار کرتا ہے اور خود اُسے دو وقت کی روٹی اور چھت مشکل سے میسر ہوتی ہے۔ سڑکوں اور پلوں کی تعمیر کے لیے عوام سے ٹیکس وصول کیا جاتا ہے لیکن جب انہی سڑکوں پر سے شاہی سواری گزرنی ہوتی ہے تو عوام چلچلاتی دھوپ میں گھنٹوں سڑکوں کے کنارے کھڑے کر دیے جاتے ہیں۔

حکمرانو! ہوش کے ناخن لو۔ تمہارا یہ انسان دشمن نظام گل سڑ چکا ہے اور بوسیدہ عمارت کی طرح کسی وقت اپنے مکینوں کے سروں پر آن گرے گا۔ اب بھی وقت ہے، لوٹ آؤ اُس نظام کی طرف جو محمود و ایاز کو ایک صف میں کھڑا کر دیتا ہے۔ جس کے مطابق تمام انسان اللہ کا کنبہ ہیں۔ حصول انصاف ہر انسان کا پیدائشی حق ہے۔ وہ نظام جس میں کسی گورے کو کالے پر اور عربی کو عجمی پر فوقیت حاصل نہیں ہوگی۔ وہ نظام جس میں لاکھوں مربع میل میں پھیلی ہوئی سلطنت کے حکمران سے سرِ منبر یہ پوچھ لیا جائے کہ سب کو ایک چادر ملی تھی ایک چادر میں آپ نے کرتا کیسے بنوا لیا اور وقت کے حکمران کو اِس کی وضاحت کرنی پڑتی ہے۔ وہ نظام جس میں عام شہری وقت کے حکمران کو قاضی کی عدالت میں لا کھڑا کر سکتا ہے۔ ایسا نظام قائم ہو جانے کی صورت میں زمین و آسمان سے اللہ کی رحمتیں نازل ہوں گی اور کبھی کسی آسمانی آفت سے پالا پڑے بھی تو حکمران عوام سے پہلے متاثر ہوں گے کیونکہ حکمران عوام کا حقیقی امام ہوتا ہے۔ وہ خاندان کے سربراہ کی طرح عوام کی حفاظت اور خورد و نوش کا انتظام کرتا ہے۔ اس کے سینہ میں ماں کی ممتا کا جذبہ موجزن ہوتا ہے۔ وہ عوام کو سوکھی جگہ مہیا کر کے خود گیلی جگہ پر سوئے گا۔ سچی بات یہ ہے کہ سیلاب کی یہ تباہ کاریاں دنیا میں جان و مال کا نقصان ہے جس پر ہمیں دلی رنج ہے۔ ہم اپنے متاثرین بھائیوں کے لیے دعا ہی کر سکتے ہیں، لیکن حکومت وقت اپنی روشن خیالی سے مسلمانوں کو جو روحانی نقصان پہنچا رہی ہے۔ اُس کی تلافی صرف اِس صورت میں ممکن ہے کہ پاکستان میں اسلامی نظام نافذ کر کے اللہ کو راضی کیا جائے، ہمارا ایمان ہے کہ پھر زمین و آسمان سے ہم پر برکات نازل ہوں گی۔ (ان شاء اللہ)

> عجیب بات ہے کہ ''روشن خیالی'' کے حوالے سے ہم امریکیوں اور یورپین کے بوٹ چاٹتے رہتے ہیں مگر عوام کے جان مال کی حفاظت کے معاملے میں ترقی یافتہ ممالک کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ کس سائنٹیفک انداز میں یہ کام کر رہے ہیں۔

احساسِ زیاں

محمد سمیع

2007 کا آغاز قدرتی آفات سے ہوا ہے اور وطن عزیز ابھی ان آفات کی لپیٹ میں ہے۔طوفان بادوباراں کے نتیجے میں جس مالی اور جانی نقصان سے قوم کو اب تک واسطہ پڑ چکا ہے اس کا درست اندازہ لگانا بھی ممکن نہیں۔لیکن المیہ یہ ہے کہ ہمارے حکمرانوں سے لے کر عوام تک کوئی ایک لمحے کے لئے بھی یہ غور کرنے کے لئے تیار نہیں کہ یہ سب کچھ ہو کیوں رہا ہے۔انھیں قدرتی آفات کا نام دے کر حکمران قوم کو اور عوام اپنے آپ کو فریب دینے میں مصروف ہیں۔یہ وہی بات ہے کہ۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

قدرتی آفات کے سلسلے میں نبی اکرم ﷺ کے اور ہمارے طرزِ عمل میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔اللہ کے رسولؐ کے زمانے میں جب ہوا کے تیز جھکڑ چلتے تو آپؐ سیدھے مسجد کا رخ فرماتے تھے اور وہاں اللہ کے حضور گریہ زاری فرمایا کرتے تھے۔لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ ہم جب سمندری طوفان کے آنے کی اطلاع پاتے ہیں تو سیدھے ساحل سمندر کا رخ کرتے ہیں اور سمندری لہروں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔پچھلے دنوں ہمارے سامنے ایک تصویر آئی جو انڈونیشیا میں سونامی طوفان کی آمد کے موقع پر ایک ڈیجیٹل کیمرہ نے محفوظ کر لی تھی۔غالبًا یہ ڈیجیٹل کیمرہ کسی ایسے شخص کا تھا جو اس موقع پر ساحل سمندر پر موجود تھا۔اس میں سمندری لہر کی تصویر ایک ایسی دیوار کی مانند نظر آ رہی تھی جس کی بلندی 105 فٹ تھی۔اب اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ 105 فٹ بلند سمندری لہر نے کس چیز کو صحیح سالم چھوڑا ہوگا۔البتہ اس ڈیجیٹل کیمرہ کو اللہ تعالیٰ نے ہم سب کی عبرت پذیری کے لئے محفوظ رکھا۔لیکن قرآن مجید کی حامل امت مسلمہ اس کتاب آخر میں موجود قوموں کی ہلاکت کے قصوں سے کون سی عبرت پکڑتی ہے کہ اس پر اس قسم کی کسی تصویر کا کوئی اثر ہو۔ہماری قوم میں ایسے لوگ بہت کم ہیں جو ان قدرتی آفات کو عذابِ الٰہی کے تناظر میں دیکھتے ہوں۔حالانکہ اگر ہم بصیرت کی روشنی میں وطن عزیز کی صورتحال پر نظر ڈالیں، تو ہمیں صاف نظر آئے گا کہ یہ سب ہمارے کرتوتوں کی سزا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی ہے کہ اے اللہ مجھے اشیاء کی اصل حقیقت دکھا جیسی کہ وہ ہیں۔گزشتہ چند برسوں میں وطن عزیز میں کیا کچھ نہ ہوا۔ اقتدار پر غاصبانہ قبضہ تو ہمارے ہاں معمول کی بات ہے، لیکن اس کے بعد اس دور میں جو کچھ ہوا اس کی مثال ہماری تاریخ میں تو کیا شاید ماضی کی مسلمان حکومتوں کی تاریخ میں بھی مشکل سے ملے۔یہ تو ہوا ہے کہ تاج و تخت پر قبضہ کے لئے بھائی کو ذبح کیا گیا ہو، باپ کو اسیر کیا گیا ہو لیکن یہ نہیں ہوا ہوگا کہ کسی مسلمان مملکت نے کسی اسلامی مملکت کو تباہ و برباد کرنے اور اس کے لوگوں کے خون سے ہاتھ رنگنے میں کسی غیر مسلم حکومت کے ہراول دستہ کا کردار ادا کیا ہو۔اللہ کے نام پر جہاد کرنے والوں کو یا تو خود قتل کیا ہو یا ان کو پکڑ کر غیر مسلموں کے حوالے کیا گیا ہو۔داڑھی اور پردے جیسے

> ”جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے مترفین (آج کی اصطلاح میں اشرافیہ) کو (گناہوں پر) مامور کر دیتے ہیں، تو وہ اس میں فسق و فجور پھیلاتے ہیں، پس اِس (بستی) پر عذاب کا فیصلہ چسپاں ہو جاتا ہے اور ہم اسے برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔“ (القرآن)

اسلامی شعائر کا کھلے عام مذاق اڑایا ہو۔یہی نہیں، ہم نے شاتم رسول حقیقت رائے کی یاد کے طور پر منائے جانے والے ہندوانہ تہوار بسنت کو اپنایا اور اس کے نتیجے میں اپنے ہی لوگوں کی گردنوں پر ڈور پھیر کر انھیں ہلاک کیا، اپنے ہی قبائلی علاقوں پر چڑھائی کی اور ان میں پھوٹ ڈال کر ان کو آپس میں لڑایا۔حد تو یہ ہے کہ اپنی ہی سرحدوں کے اندر غیر مسلموں کے حملوں کی ذمہ داری ان کے سر سے الزام ٹالنے کے لئے اپنے سر لے لی۔غیر مسلموں کے اشارے پر اختیار کردہ "روشن خیال اعتدال پسندی" کو اپنا کر ہر اس کام کو جائز قرار دیا جو دین کے مزاج کے خلاف ہو۔ذرائع ابلاغ سے فحاشی اور عریانی کا پرچار تو تقریباً ہر دور میں ہوتا رہا ہے لیکن اب تو اس کی تمام حدود کو پار کرنے میں فخر محسوس کیا جا رہا ہے۔اس کے باوجود اپنے آپ کو اہل سادات میں ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے اور خانۂ کعبہ کے دروازے کھلوائے جانے اور خانہ کعبہ کی چھت پر نعرۂ تکبیر بلند کرنے کی باتوں کی تکرار ہو رہی ہے۔حالانکہ خانہ کعبہ کے دروازے تو ابوجہل کے لئے بھی کھلوائے جاتے رہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے قریش ہونے کا شرف عطا کیا تھا۔ابولہب کو اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کے کلید بردار کے منصب پر فائز کیا تھا۔تو کیا یہ شرف ان کے کام آسکا۔ہم نے روشن خیال اعتدال پسندی کے تناظر میں دین کی گمراہ کن تاویلات پیش کرنے والے ’دانشوروں‘ کو میڈیا پر ہی نہیں اسلامی نظریاتی کونسل میں لا بٹھایا جاتا ہے۔شرعی عدالت میں ایسے ججوں کو لا کر بٹھایا، جنھوں نے فیڈرل شریعت کورٹ کے بینکنگ کو سود سے پاک کرنے کے لئے دیئے گئے فیصلے کو کالعدم قرار دیا۔حدود آرڈیننس میں ترمیم کے نام پر حدود اللہ سے تجاوز کی ترمیم منظور کی۔

دانشوروں کا حال یہ ہے کہ وہ حکمرانوں کی سر میں اپنی تال ملاتے ہوئے جہاں کہیں شریعت اور شرعی قوانین کی بات کی جائے اسے طالبانائزیشن سے تعبیر کرتے ہیں۔ مذہبی جماعتوں کا حال یہ ہے کہ اپنے پانچ سالہ دور اقتدار میں نہ تو سرحد میں شریعت نافذ کر سکے اور نہ بلوچستان میں کروا سکے۔اپنے آپ کو اتنا بھولا بنا کر قوم کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ جب ان سے سوال کیا جاتا ہے کہ انھوں نے سترھویں ترمیم میں حصہ کیوں لیا، تو وہ کہتے ہیں کہ صدر مملکت نے ایک سال کے اندر وردی اتارنے کا وعدہ کیا تھا اور انھوں نے وعدہ خلافی کی، ان کا اپنا حال یہ ہے کہ جب اکبر بگٹی کو قتل کیا گیا تو کہا کہ یہ ہمارا مسئلہ نہیں ہم نظریاتی لوگ ہیں، ہاں اگر حدود آرڈیننس میں ترمیم کی گئی تو استعفیٰ دے دیں گے۔ترمیم ہو بھی گئی لیکن اب تک ان کے استعفے سامنے نہیں آئے۔گویا کہ وعدہ خلافی میں انھوں نے صدر مملکت کو اپنا ہم پلہ بنا دیا۔

قوم کا حال تو یہ ہے کہ وہ مہنگائی کے طوفان کا واویلا مچاتی ہے، لیکن کتنے فیصد گھر ایسے ہیں جو کیبل کی لعنت سے پاک ہوں۔حالانکہ کیبل نے معاشرے میں جو اخلاقی تباہی مچائی ہے اس سے کون واقف نہیں۔ہم اپنے شب و روز میں تبدیلی لانے کے لئے تیار نہیں۔ایسے میں اللہ تعالیٰ سے ہم کس منہ سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی رحمتوں سے نوازے گا۔اللہ تعالیٰ نے تو قرآن پاک میں واضح طور پر فرما دیا ہے کہ ”جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے مترفین (آج کی اصطلاح میں اشرافیہ) کو (گناہوں پر) مامور کر دیتے ہیں، تو وہ اس میں فسق و فجور پھیلاتے ہیں، پس اِس (بستی) پر عذاب کا فیصلہ چسپاں ہو جاتا ہے اور ہم اسے برباد کر کے رکھ دیتے ہیں“ (سورۂ بنی اسرائیل)۔اللہ ہمارے وطن عزیز کو ہر اس عذاب سے نجات دلائے جو اس پر مسلط ہے۔آمین!

ترکی میں سیکولرازم کے خلاف صف آرائی

سید قاسم محمود

ملی سلامت پارٹی نے اپنا منشور اور پروگرام شائع کیا تو صراحت کر دی گئی کہ مادی و معاشی ترقی سے پہلے اخلاقی ارتقا اور مذہبی احیاء ناگزیر ہے۔ نجی ملکیت، ترکی معاشرت کی اقدار کا تحفظ اور بنیادی انسانی حقوق اور آزادی کی حفاظت پر خاص طور سے زور دیا گیا۔ نیز صنعت وحرفت کے فروغ اور مختلف صوبوں اور سماجی طبقوں میں عدم مساوات کے خاتمے کو ترجیحات میں شامل کرنے کی تاکید کی گئی۔ اس منشور کی دفعہ 12 کے مطابق سینیٹ کا خاتمہ اور صدارتی طرز حکومت ترکی کے لیے موزوں اور مناسب ہے۔ سیکولرازم کی بھی مشروط حمایت کی گئی، کیونکہ اس سے آزادیٔ فکر واظہار رائے کی ضمانت ملتی ہے، مگر اس کا مطلب ہرگز یہ نہ ہوگا کہ اصحابِ فکر و مذہب پر کوئی سختی کی جائے اور اُن پر کوئی قدغن لگائی جائے۔

پروگرام کی دفعہ 19 کے تحت اعلان کیا گیا تھا کہ تمام مسلمانوں کو آزادی کی نعمت سے ہمکنار کیا جائے، مگر روحانی، قومی اور اخلاقی اقدار کا احترام ہر حال میں ناگزیر ہے۔ مختلف قسم کی تجاویز اور سفارشات بھی پروگرام میں شامل کی گئیں، مثال کے طور پر:

☆ فوجداری عدالتوں میں جیوری کا نظام قائم کیا جائے
☆ صوبائی انتظامی عدالتیں قائم کی جائیں
☆ اسلامی ممالک سے مستحکم تعلقات قائم کیے جائیں
☆ نظامِ تعلیم کی اساس اخلاق، اقدار اور اعتدال پر رکھی جائے۔
☆ بچوں کی مذہبی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ کی جائے
☆ بھاری اسلحے کی صنعتیں قائم کی جائیں
☆ خاندانی منصوبہ بندی کو ممنوع قرار دیا جائے اور افزائشِ آبادی کے لیے موثر اقدامات کیے جائیں۔

پارٹی کے اس انتخابی منشور اور عوامی پروگرام سے شاید اس کا عالمگیر تصور زیادہ واضح نہ ہوسکے، البتہ پارٹی کے ترجمان ''ملی گزٹ'' میں جو بیانات، قرار دادیں، تقاریر اور مقالے شائع ہوئے، اُن سے مختلف مذہبی وغیر مذہبی مسائل و معاملات پر پارٹی کا ردعمل اور اُس کے رہنماؤں کے افکار ونظریات کا صحیح اندازہ ہوسکتا ہے۔ ترکی مذہب و سیاست کے ایک تجزیہ نگار نے ''ملی گزٹ'' میں شائع شدہ مواد کی کئی فہرستیں اور جدولیں شائع کی ہیں، جن کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ 1973ء میں پروفیسر نجم الدین اربکان کے نزدیک سب سے اہم مسئلہ ترکی میں صنعت کاری کو فروغ دینا تھا۔ ملک کے اِس اہم قومی اقتصادی مسئلے پر تاکید واصرار کے ساتھ توجہ مبذول کرنے سے پارٹی کی مقبولیت میں اضافہ بھی ہوا اور مذہبی عناصر سے منسوب رہبانیت کی بھی نفی ہوئی۔ اس سے اِس خیال کی بھی نفی ہوئی کہ مذہب ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ اس صورتِ حال کے برعکس 1980ء میں ترکی معیشت کا اہم ترین مسئلہ مہنگائی اور اشیائے صرف کی قیمتوں میں کافی اضافہ تھا۔ اسی لیے پروفیسر اربکان نے آٹھویں دہائی میں سب سے زیادہ زور اسی مسئلے پر دیا۔

ملی گزٹ نے اپنے اداریے میں دوٹوک الفاظ میں لکھا: یہ بالکل واضح بات ہے کہ فرد قانون سازی کا اختیار نہیں رکھتا۔ اگر وہ کوئی قانون بناتا ہے یا قانون بنانے کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ خدا کی نافرمانی کرتا ہے۔ اسلام ہر دور کے لیے قانون ہے۔ یہ مذہب بھی ہے اور ریاست بھی...... قرآن اس لیے نازل نہیں ہوا کہ قبرستانوں میں اس کی تلاوت کی جائے یا مسجدوں میں مقفل ہو کر محفوظ ہو جائے۔ قرآن تو حکومت کرنے کے لیے نازل ہُوا ہے۔

مذہب اور سیکولرازم کی کشمکش

ملی سلامت پارٹی کے لیے مذہب اور سیکولرازم کی کشمکش کے موضوعات سب سے زیادہ توجہ کے باعث بنے رہے۔ 1973ء کی ایک تقریر میں پروفیسر نجم الدین اربکان نے اسلامی نقطۂ نظر کا اظہار اس طرح کیا تھا:

''صداقت اور حقانیت کا تنہا ماخذ اسلام کے پاس ہے۔ مطالعات بتاتے ہیں کہ موجودہ علوم وفنون کا ساٹھ ستر فی صد مسلمانوں کا عطیہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آج جن علوم کو مغربی سائنس کا نام دیا جا رہا ہے، طبیعیات، کیمیا، ریاضی، فلکیات، طب جدید، جغرافیہ اور دوسرے تمام علوم، اِن سب کی بنیاد مسلمانوں نے ڈالی ہے۔ اہلِ مغرب جو ہم پر حقارت کی نظر رکھتے ہیں، اور ہمیں ذلیل سمجھتے ہیں، انہوں نے ریاضی اور شماریات کا پورا علم مسلمانوں سے سیکھا ہے۔ آج ہم یورپ میں صفائی ستھرائی کا جو ماحول دیکھ رہے ہیں، وہ بھی مسلمانوں سے آیا ہے۔ اس لیے کسی یورپی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم پر ذلت کی نگاہ ڈالے اور ہمیں کمتر سمجھے...... انسانوں کے بارے میں بنیادی علم انبیائے کرام کا مرہون منت ہے۔ تمام موجودہ علوم کی اساسیات قرآن میں موجود ہیں۔ آج ہم جس دور میں زندگی گزار رہے ہیں، اُسے قرآن سے ہم آہنگ ہونا چاہیے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم خلائی دَور میں سانس لے رہے ہیں۔ قرآن میں خلاء سے متعلق متعدد آیات وارد ہوئی ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قرآن نے اشارہ کر دیا تھا کہ آنے والا دور خلائی دور ہو گا...... جدید سائنس کے مُوجد مسلمان ہی تھے۔ آج مغرب میں جو کچھ ہے، اُس پر ڈینگیں مارنے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے لیے اور مغربی اقوام کے لیے ایک ہی راہِ نجات ہے کہ ہم سب مسلمان ہو جائیں۔''

1973ء میں ملی سلامت پارٹی اور اس کے رہنماؤں نے مذہب اور اخلاقی اقدار پر کافی زور دیا، مگر اسلامی ریاست کی تشکیل کا کوئی مطالبہ نہیں کیا گیا۔ اُس وقت پارٹی کا سیاسی استحکام اور اندرونی تنظیم ہی پیشِ نظر تھی، مگر جیسے جیسے پارٹی اپنے پاؤں پر کھڑی ہوتی گئی اور اندرونی صفوں میں اتحاد اور تنظیم پیدا ہوتی گئی، اسلامی ریاست، اُس کی خصوصیات اور مبادیات پر کھلے لفظوں میں گفتگو ہونے لگی اور اخبارات میں مضامین شائع ہونے لگے۔

خود پروفیسر اربکان نے پاکستان میں صدر جنرل ضیاء الحق مرحوم کے اصلاحی اقدامات کو سراہا۔ ایران کے اسلامی انقلاب کا تجزیہ کیا گیا، اور ترکی، پاکستان اور ایران میں برپا اسلامی احیائی تحریکات کے درمیان موازنہ کر کے اُن کو ایک دوسرے کے ہم پلہ اور قریب قرار دیا۔ دانشور احمد ناظم نستان نے اپنے ایک مضمون میں لکھا کہ سلطنت عثمانیہ نے اسلام ہی کی برکت سے کئی براعظموں پر حکومت کی، اس لیے: ''ترکی کے لیے اسلام ایران اور پاکستان سے کہیں زیادہ پسندیدہ اور قابلِ قبول ہے۔ ہمارا ملک دوسرے اسلامی ملکوں سے کہیں زیادہ اسلامی حکمرانی کا حق دار ہے۔ ہمیں دُعا کرنی چاہیے کہ اللہ جلد وہ دن واپس لائے۔''

ایک دوسرے دانشور اور سیاسی رہنما احمد سغلام نے کہا:

> ''آج پوری دنیا میں جو تحریک زوروں پر ہے، اُس کا ایک ہی مقصد ہے: قانونِ اسلامی کو نافذ کیا جائے اور جہادِ اسلامی کو رُوبہ عمل لایا جائے...... اربکان، ضیاء الحق، خمینی، گلبدین حکمت یار اور بُرہان الدین ربانی جیسے رہنما اِسی نصب العین کے حصول کے لیے برسرِ پیکار ہیں۔''

بسا اوقات واضح لفظوں میں بھی اسلامی حکومت کی تشکیل پر گفتگو ہونے لگی۔ مثلاً ''ملّی گزٹ'' کے 11 جولائی 1980ء کے شمارے کے اداریے میں لکھا گیا:

> ''اگر ہم اِس ملک میں اسلام کے مطابق زندگی گزارنے کے آرزومند ہیں تو ہمیں یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ یہاں اسلامی قانون نافذ العمل نہیں ہے۔ جب اسلام کی حکومت تمام اداروں پر قائم ہو جائے گی اور ایوانِ صدارت سے لے کر کوڑا کرکٹ کی صفائی تک ہر جگہ اسلام ہی کا اظہار ہوگا۔ تب ہی ہم یہ کہہ سکیں گے کہ یہاں اسلام موجود ہے۔''

''ملّی سلامت پارٹی'' کے رہنماؤں نے اب بین الاقوامی مسائل پر بھی گفتگو کا آغاز کر دیا۔ انہوں نے مسلم ممالک کی متحدہ تنظیم (Organization of the United Nations of Islam) کا نعرہ دیا۔ اسلامی ممالک کی مشترکہ منڈی، عالمی اسلامی ثقافت، اسلامی بھاری صنعت سازی، اسلامی بھاری اسلحہ سازی اور اسلامی بین الاقوامی بیت المال کے قیام کی تجاویز بھی پیش کیں۔ اسلامی مفکرین نے مطالبہ کیا کہ تمام ترکی اداروں کی تنظیم نو قرآن کی اساس پر ہو۔ طب، تجارت، تعلیم، فوج، صنعت وزراعت اور وزارتِ مذہبی اُمور کی اسلام کاری کی جائے، اور اس طرح رفتہ رفتہ زندگی کے تمام شعبوں میں اسلامی شریعت نافذ کی جائے۔

سیکولرازم کے خلاف صف آرائی

''ملت سلامت پارٹی'' کے رہنماؤں کا یہ اندازِ فکر اور نقطۂ نظر مصطفیٰ کمال پاشا کے تصورِ سیکولرازم کے خلاف تھا۔ اُس کا مقصد ملک کو لادینیت اور مغربیت کی راہ پر لگانا تھا اور اس کے متعین اصولوں کا مطلب مذہبی اُمور و معاملات میں حکومت کی عدم دلچسپی اور تمام مذاہب سے یکساں معاملہ رکھنا تھا، اسی لیے دستور اور قانون کے دائرے میں رہ کر ایک طرف حکومت سے سیکولرازم کے صحیح نفاذ کا مطالبہ پارٹی کے چند رہنماؤں نے کیا، تاکہ حُریتِ فکر کا احترام کیا جائے۔

1973ء میں سیاسی حالات کے دباؤ میں ''ملّی سلامت پارٹی'' کے رہنما سیکولرازم کے خلاف کوئی بیان نہ دے سکتے تھے، اسی لیے انہوں نے اشارہ وکنایہ میں گفتگو کی، بلکہ سیکولرازم کی حمایت بھی بسا اوقات کی، تاکہ کمیونسٹوں اور لادین طبقوں کی طرح مذہبی حلقوں کو بھی فکر و اظہارِ رائے کی آزادی حاصل ہو سکے۔ چنانچہ پارٹی کے ایک رہنما نے 1973ء میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا:

> ''میں حساس موضوعات پر متفکر و مضطرب ہوں، اور اُن پر اظہارِ خیال کرنا میرے لیے مشکلات کا باعث ہے۔ ہمیں اپنے جذبات سے مغلوب و متاثر نہیں ہونا چاہیے اور اِن موضوعات پر زیادہ توجہ ہمارے لیے نامناسب ہے۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہمیں بارودی سرنگوں پر کس طرح قدم رکھنا ہے۔''

سیکولرازم کی ایک جائز حد تک حمایت کا مطلب یہ بھی تھا کہ مذہبی طبقوں کی مخالفت اور اُن سے منافرت کا سلسلہ بند ہو، کیونکہ ''اِس وقت اہلِ ایمان کے حقوق پر قدغن عائد ہے اور اِس ناانصافی کا خاتمہ ناگزیر ہے۔''

دوسری طرف عوامی مقبولیت کے حصول کے بعد اور پارٹی کی اندرونی تنظیم کے ساتھ 1980ء میں سیکولرازم کو خلافِ اسلام قرار دیا جانے لگا۔ اب واشگاف الفاظ میں سیکولرازم کی تردید کی جانے لگی:

''ملّی گزٹ'' نے اپنے 8 مارچ 1980ء کے اداریے میں لکھا: ''جدید ترکی کا سیاسی نظام اسلام کے اصولوں سے متصادم ہے۔ اسلام کا مطالبہ ہے کہ مذہب کے زیرِ قیادت سیاسی و مذہبی اُمور و مسائل کا اتحاد و انضمام ہو۔ اس سیاق میں سیکولرازم کا فلسفہ اور سیکولرازم کا نظام اسلامی شریعت اور دین کے خلاف ہیں۔ خاص طور پر ترکی میں سیکولرازم کا نفاذ اس لیے کیا گیا ہے کہ لامذہبیت اور الحاد کی کامیابی کو یقینی بنایا جا سکے۔''

16 مارچ 1980ء کے اداریے میں ملی گزٹ نے لکھا: ''وہ لوگ جھوٹے اور فریب کار ہیں جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ مذہب اور سیاست دو الگ چیزیں ہیں...... مسلمان دنیا کے معاملات کو آخرت کے معاملات سے الگ نہیں کر سکتے۔''

اسی طرح 6 اپریل 1980ء کے اداریے میں زیادہ واضح اور دوٹوک الفاظ میں ''ملّی گزٹ'' نے لکھا: ''یہ بالکل واضح بات ہے کہ فرد قانون سازی کا اختیار نہیں رکھتا۔ اگر وہ کوئی قانون بناتا ہے یا قانون بنانے کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ خدا کی نافرمانی کرتا ہے۔ اسلامی قانون کا خالق وہی ہے جو آدمی کا خالق ہے۔ خدا نے آدمیوں کو انہی قوانین کی مطابقت میں پیدا کیا ہے۔ انسانی قوانین انسانی فطرت سے ہم آہنگ نہیں ہوتے...... اسلام ہر دور کے لیے قانون ہے۔ یہ مذہب بھی ہے اور ریاست بھی...... قرآن اس لیے نازل نہیں ہوا کہ قبرستانوں میں اس کی تلاوت کی جائے یا مسجدوں میں مقفل ہو کر محفوظ ہو جائے۔ قرآن تو حکومت کرنے کے لیے نازل ہوا ہے۔'' (جاری ہے)

ضرورت رشتہ

☆ ہمیں اپنی بیٹی عمر 23 سال، تعلیم بی اے اور اسلامی علوم میں ڈپلومہ، باپردہ، درمیانی شکل صورت کی حامل، گھریلو امور میں ماہر، سرائیکی فیملی، قطر میں مقیم کے لیے ایک تعلیم یافتہ اسلامی ذہن کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0333-5437736 0333-5366317

☆ کراچی میں مقیم بیٹیاں، عمر 24 سال، ایم اے اکنامکس، ایک سالہ فہم دین کورس کی فاضلہ اور دوسری 22 سالہ ایم ایس سی فزکس کے لیے مناسب رشتے مطلوب ہیں۔
برائے رابطہ: 0334-3764313

☆ کراچی میں مقیم شیخ قریشی فیملی کی 28 سالہ بیٹی FA کے لیے موزوں رشتہ مطلوب ہے۔
برائے رابطہ: 021-2730297

☆ گڑھی شاہو، لاہور کی رہائشی، جٹ لنگڑیال برادری سے تعلق رکھنے والی ایک نیک سیرت و صورت طلاق یافتہ خاتون، عمر 35 سال، تعلیم بی ایس سی کے لیے تعلیم یافتہ اور دینی مزاج رکھنے والے خاندانی شرافت کے حامل برسرِ روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔ دوسری شادی کے خواہشمند افراد بھی رابطہ کر سکتے ہیں: 0300-4202920

دعائے مغفرت کی اپیل

تیمر گرہ سے تعلق رکھنے والے رفقاءِ تنظیم جناب گل حمید جان و محبوب اللہ جان کے والد صاحب بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت کرے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ رفقاء و احباب سے مرحوم کے لیے دُعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

سلطان محمود غزنوی اور قاضی شہر

عتیق الرحمٰن صدیقی

سلطان محمود غزنوی سلسلہ غزنویہ کا عظیم علم دوست فاتح بادشاہ تھا۔ وہ علم وفن اور ادب وشعر کا بڑا سرپرست اور مربی تھا۔ سومنات کی فتح اس کا عظیم کارنامہ ہے۔ اس کا نام سنتے ہی بت شکنی کا تصور ذہن میں تازہ ہو جاتا ہے۔ اس کی شخصیت اخلاق وعادات کے اعتبار سے کتنی ہی الجھی ہوئی کیوں نہ ہو، اس کے حریص وطماع ہونے میں صداقت کا پہلو ہونے کے باوجود اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ وہ بڑی خوبیوں کا مالک تھا اور اس کے مقاصد میں اسلام کا فروغ شامل تھا۔ اس کے دور کے بعض واقعات ایسے ہیں کہ حق بہ حقدار رسید کا تاثر اجاگر ہوتا ہے اور عدل وانصاف کے تقاضوں کی بوباس دکھائی دیتی ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص سلطان کے دربار میں حاضر ہوا اور اپنی روداد غم اس طرح سنائی کہ وہ ہندوستان کے سفر پر روانہ ہونے کا عزم کیے ہوئے تھا۔ سفر پر روانگی سے قبل اس نے دو ہزار دینار ایک تھیلی میں رکھے، اسے سربمہر کیا اور قاضی شہر کے پاس بطور امانت رکھ دیا۔ سفر کے دوران میں اسے یہ حادثہ پیش آیا کہ اس کے پاس جو رقم موجود تھی وہ چوروں نے لوٹ لی۔ ناچار واپس ہوا اور قاضی شہر کے پاس دیناروں کی تھیلی لینے کے لیے گیا۔ قاضی نے اسے اس کی سربمہر تھیلی واپس کر دی۔ گھر پہنچ کر جب اس نے تھیلی کو کھولا تو اس کی حیرانی کی انتہا نہ رہی کہ سونے کے سکوں کے بجائے اس میں تانبے کے سکے پڑے ہوئے تھے۔ وہ دوبارہ قاضی کے پاس گیا اور کہا کہ اس تھیلی میں تو سونے کے سکے تھے مگر اب وہ تانبے کے سکوں سے بھری پڑی ہے، قاضی نے کہا کہ اس نے سربمہر تھیلی دی تھی اور اسی شکل میں اس نے اسے واپس کر دی ہے اس میں بھلا اس کا کیا قصور ہے۔ وہ شخص قاضی کا جواب سن کر بڑا رنجیدہ ہوا، اس لئے کہ قاضی القضاۃ سے اسے ہرگز توقع نہ تھی کہ وہ خیانت کا مرتکب ہو گا۔ وہ اس درد کی دوا سوچنے پر مجبور ہوا اور اپنی فریاد لے کر بادشاہ کے حضور پیش ہوا۔

سلطان محمود غزنوی نے فریادی کی فریاد سنی اور خاصا پریشان ہوا، مگر اُسے تسلی دی کہ فکر مندی کی حاجت نہیں وہ صرف وہ تھیلی اسے لاکر دے دے۔ چنانچہ اس شخص نے تھیلی بادشاہ کے حوالے کر دی۔ بادشاہ نے قیلولہ (دوپہر کی نیند) سے قبل تھیلی کو سامنے رکھا اور خیال کیا کہ شاید یہ تھیلی پھٹی ہوئی ہو اور دینار نکال کر اسے رفو کر دیا گیا ہو۔ بادشاہ آدھی رات کو خواب سے بیدار ہوا اور اس نے اپنی چادر جس پر زرکشی کا کام ہوا تھا اور وہ اسے تان کر سوتا تھا اسے تھوڑا سا پھاڑ دیا۔ اگلی صبح وہ شکار کے لیے روانہ ہو گیا۔ خادم خاص نے چادر کو ادھڑا ہوا دیکھا تو دم بخود ہو کر رہ گیا۔ اس کے آنسو چھلک کر زمین پر گرے۔ دوسرے خادم خاص نے جو بڑی عمر کا تھا، اسے اس حالت میں دیکھا اور یوں دل گرفتہ ہونے کا سبب معلوم کیا۔ خادم نے اس بوڑھے کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ بوڑھے خادم نے کہا کہ پریشان خاطر ہونے کی کوئی بات نہیں، شہر میں

> جج کو چاہیے کہ اپنے آپ کو لوگوں کے جان و مال کا محافظ سمجھے اور دگرگوں حالات میں بھی انصاف کا دامن نہ چھوٹنے پائے۔ وہ نہ تو اعلیٰ حکام کا دباؤ قبول کرے، نہ عزیز و اقارب کا پاس کرے اور نہ سفارش و رشوت اسے اپنے درست موقف سے باز رکھ سکے۔ وہ جری و بے باک ہو اور صرف خدا سے ڈرنے والا ہو۔

ایک نہایت سمجھدار رفوگر احمد خان موجود ہے۔ وہ ہماری اس پریشانی کا تدارک کر دے گا۔ خادم اس چادر کو رفوگر کے پاس لے گیا اور کہا کہ اُس چادر کی بخیہ گری ایسی مہارت سے کی جائے کہ اس کا پتہ نہ چلنے پائے۔ پیسے طے ہو گئے اور رفوگر نے واقعی اپنی استادی کا مظاہرہ کیا اور رفو کر کے چادر واپس کر دی۔ ایسی حکمت سے رفوگر نے یہ کام کیا کہ سنہری چادری میں اس کا گمان بھی ممکن نہ تھا۔ خادم نے وہ چادر سرد ابہ (تہہ خانہ) میں بچھا دی۔

بادشاہ شکار سے واپس ہوا۔ دوپہر کی نیند کے لئے اپنے تہہ خانے میں پہنچا۔ سنہری تار سے آراستہ چادر کو درست دیکھا اور فراش کو طلب کیا۔ بادشاہ نے استفسار کیا کہ یہ چادر پھٹی ہوئی تھی، کس نے درست کی۔ فراش (خادم) نے کہا کہ بادشاہ سلامت، یہ ہرگز پھٹی ہوئی نہیں تھی۔ بادشاہ نے خادم سے کہا، ڈرو مت، میں نے چادر کو خود پھاڑا تھا اور اس سے میرے پیش نظر ایک اہم مقصد تھا۔ بتاؤ اس سنہری چادر کو کس نے رفو کیا۔ خادم نے رفوگر کی نشان دہی کر دی۔ بادشاہ نے خادم کے ذریعے رفوگر کو طلب کیا، رفوگر نے بادشاہ کو تنہا دیکھا تو بہت ڈرا۔ بادشاہ نے رفوگر سے کہا کہ خوف کھانے کی کوئی بات نہیں، صرف یہ بتاؤ کہ اس چادر کو تم نے رفو کیا ہے؟ اس نے ہاں میں جواب دیا۔ بادشاہ نے رفوگر کی مہارت اور استادی کو سراہا اور کہا کہ اس شہر میں اس فن کا کوئی اور زیادہ ماہر آدمی بھی ہے؟ رفوگر نے نفی میں جواب دیا۔ بادشاہ نے رفوگر سے کہا میں ایک بات تم سے پوچھتا ہوں، سچ سچ بتانا۔ بادشاہ نے کہا کہ کیا اس سال کسی نہایت معزز آدمی کے ہاں تو نے ایک باریک اور نقشیں ریشمی کپڑے کی کوئی شے رفو کی ہے؟ رفوگر نے اثبات میں جواب دیا کہ قاضی شہر کے دولت کدہ پر اس نے یہ کام کیا، جس نے اسے دو دینار مزدوری میں دیئے۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر وہ تھیلی اسے دکھائی جائے تو کیا وہ پہچان لے گا؟

اس نے ہاں میں جواب دیا۔ بادشاہ نے توشک کے نیچے سے تھیلی نکالی اور رفوگر کے ہاتھ میں دے دی اور کہا کہ اسے اس نے کہاں سے رفو کیا۔ رفوگر نے اس مقام پر انگلی رکھ دی۔ بادشاہ نے اس جگہ کو دیکھا اور سخت متعجب ہوا۔ بادشاہ نے رفوگر سے کہا کہ کیا قاضی کے سامنے وہ اس امر کی گواہی دے گا؟ اس نے کہا کہ کیوں نہیں۔

بادشاہ نے قاضی شہر کو طلب کیا اور تھیلی کے مالک کو بھی بلا بھیجا۔ قاضی شہر حاضر ہوا، اس نے سلام کیا اور حسب عادت بیٹھ گیا۔ بادشاہ قاضی شہر سے مخاطب ہوا اور کہا: ''تو ایک بزرگ اور صاحب علم آدمی ہے، اسی لیے میں نے تجھے قضا (عدالت) کا شعبہ سپرد کیا، تجھے مسلمانوں کے جان و مال کا محافظ بنایا اور تجھ پر اعتماد کیا، درآں حالیکہ اس شہر اور مملکت میں دو ہزار افراد تجھ سے زیادہ بڑے عالم تھے، مگر سب کو چھوڑ کر قرعۂ فال تمہارے نام پڑا۔ کیا تیرے لئے جائز تھا کہ تو خیانت کرے اور امانت کی شرط کو ملحوظ نہ رکھے اور ایک مسلمان آدمی کے مال پر قبضہ کر کے اسے مال سے محروم کر دے؟''

قاضی شہر نے کہا کہ یہ کیسی بات ہے کہ اس کے بارے میں کہا جائے کہ اس نے کی ہے؟ بادشاہ نے کہا کہ یہ کام تجھ منافق نے کیا ہے۔ بادشاہ نے وہ تھیلی دکھائی اور کہا کہ تھیلی اس کے پاس امانت کے طور پر رکھی گئی، اس نے اسے پھاڑا، زر کے دینار نکالے اور اس میں تانبے کے سکے بھر دیئے اور تھیلی کو رفو کر کے رکھ لیا، اور جب امانت رکھنے والے شخص

نے تھیلی طلب کی، تو اس نے وہ تانبے کے سکے والی تھیلی اسے تھمادی۔ اس طرح تو نے مجھے تکلیف میں مبتلا کیا۔ تمہارا رُخ کردار یہ ہے، تمہاری دیانت وامانت کا یہ عالم ہے؟ قاضی شہر نے کہا کہ نہ تو اس نے تھیلی دیکھی ہے اور نہ اسے اس کی خبر ہے۔" بادشاہ نے خداوند زر اور رفو گر دونوں کو طلب کرلیا۔ محمود غزنوی نے کہا: "اے جھوٹے! یہ ہے تھیلی کا مالک اور یہ ہے رفو گر، اور یہ ہے وہ تھیلی اور اس جگہ سے یہ رفو کی گئی ہے۔"

قاضی نادم وشرمندہ ہوا اور لرزتا ہوا گر پڑا اور کوئی بات اس کے منہ سے نہ نکل سکی۔ بادشاہ نے کہا کہ اس کتے کو گرفتار کر لیجئے تاکہ اسی وقت یہ خداوند زر کو اس کی رقم لوٹا دے۔ اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ قاضی کو بادشاہ کے سامنے نیم مردہ حالت میں لایا گیا، قاضی نے وکیل کو طلب کر کے صاحب زر کو دو ہزار دینار واپس کئے۔ اگلے دن بادشاہ عدالت کے کٹہرے میں بیٹھا اور قاضی شہر کی خیانت کو بیان کیا اور پھر کہا کہ قاضی کو لایا جائے اور اسے دربار کی برجی کے ساتھ الٹا لٹکا دیا جائے۔

یہ واقعہ سبق آموز بھی ہے اور فکر افروز بھی، اس سے جو نتائج ہمارے سامنے مبرہن ہوتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

☆ حکمران وہ شخص ہو جو فہم وفراست کا مالک ہو، جو ذہین بھی ہو اور فطین بھی، جو راعی کی حیثیت سے رعایا پر ہونے والے جور وظلم اور زیادتی کا ازالہ کرنے کی قدرت رکھتا ہو اور انہیں ان کا حق دلانے کے لئے پوری طرح چوکس ہو، ظالم کتنا ہی بااثر کیوں نہ ہو، وہ اپنے کئے کا پھل پا سکے۔

☆ قاضی، منصف اور جج کا انتخاب میرٹ کے عین مطابق ہو۔ جج ایسا ہو جو معاملہ فہم ہو، گہری بصیرت رکھنے والا ہو، ذہین اور طباع ہو، بے حد دقیقہ رس ہو اور سب سے بڑھ کر وہ امین ہو، دولت کی ہوس اسے عدل وانصاف کی راہ سے نہ ہٹا سکے۔ وہ راست گو اور صاف وشفاف کردار کا مالک ہو۔

☆ قاضی نہ تو اعلیٰ حکام کا دباؤ قبول کرے، نہ عزیز واقارب کا پاس کرے اور نہ سفارش ورشوت اسے اپنے درست موقف سے باز رکھ سکے۔ وہ جری وبے باک ہو اور صرف خدا سے ڈرنے والا ہو۔

☆ وہ اپنے آپ کو لوگوں کے جان ومال کا محافظ سمجھے اور دگرگوں حالات میں بھی انصاف کا دامن نہ چھوڑنے پائے۔

☆ جج کو ریاست مالی طور پر اتنا مستحکم کر دے کہ رشوت کی کوئی شکل اسے اپنا اسیر نہ کرنے پائے۔ وہ فریقین کے دلائل سنے، معاملہ کی تہہ تک پہنچے، گواہوں کی خوب چھان بین کرے اور پھر اپنا فیصلہ صادر کرے۔ یہ فیصلہ افراط وتفریط کا شکار نہ ہو، جزا وسزا کیس کی نوعیت کے مطابق ہو۔

☆ اللہ نے حضرت داؤدؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا: "اے داؤد! ہم نے تمہیں زمین پر اس لئے خلیفہ بنایا ہے کہ لوگوں میں حق وعدل کے ساتھ حکومت کرو اور اس معاملے میں اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے دور ہوجاؤ گے۔" ایک جج اس حکم کو ہر لحظہ پیش نظر رکھے۔

قرآن حکیم نے مسلمانوں سے کہا: "(مسلمانو!) اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔ اللہ تم کو عمدہ نصیحت کرتا ہے اور یقیناً اللہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے (النساء)

یہ اصل الاصول ہے مسلم حکمرانوں کے لئے بھی اور تمام اہل ایمان کے لیے بھی، وہ جس منصب پر بھی فائز ہوں۔

ایمان کی علامت یہ قرار دی کہ برائی دیکھو تو قوت سے مٹا دو۔ آپؐ نے برائی کے خلاف اقدام کو ضروری بتایا۔ آج جو ہمارے مذہبی حلقوں میں صوفی ازم کا چرچا ہے۔ اُس کے نتیجہ میں لاکھوں کے مجمعے منعقد ہو رہے ہیں، جن میں گھنٹوں رو رو کر دعائیں مانگی جارہی ہیں اور پھر شکوہ کیا جارہا ہے کہ غیب سے امداد کیوں نہیں آرہی۔ انگریزی میں ایک محاورہ ہے۔ First deserve then desire پہلے استحقاق پیدا کرو، پھر خواہش۔ علامہ اقبال کہتے ہیں۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

آج سرزمین پاک پر غاصبانہ قبضہ ہے۔ سود رائج ہے۔ بے پردگی کا نفاذ ہے۔ مرد وزن کی مخلوط محافل کو حکومت کی سرپرستی حاصل ہے۔ عدالتی فیصلے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کی بجائے کافروں کی مرضی کے مطابق ہو رہے ہیں۔ کیا اس طرح کا ماحول دعاؤں اور آرزوؤں سے بدلے گا۔ ہرگز نہیں۔ جو شخص برائی ہوتے دیکھ کر اُس کے خلاف آواز نہیں اٹھائے گا بلکہ گوشۂ عافیت میں بیٹھا ذکر واذکار میں مشغول رہے گا، عذاب کے پہلے پتھر کا حقدار وہی ہوگا۔

صوفی ازم کی اسی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلام دشمن طاقتوں نے صوفیاء اور مشائخ کی طرف رجوع کیا ہے، تاکہ اُن کو ہم خیال بنا کر قوم کے دل سے جہاد کو نکال باہر کریں۔ اور مغرب کا سیکولر نظام نافذ کرنے کے راستہ کی ہر رکاوٹ دور کر دیں۔ ابلیس کی مجلس شوریٰ میں ابلیس اپنے مشیروں سے کہتا ہے۔

مست رکھو ذکر و فکر صبحگاہی میں اسے
پختہ تر کر دو نظام خانقاہی میں اُسے

اقبال تو امت مسلمہ کا درد لئے ہوئے تھا۔ اُس کو کب گوارا تھا کہ مسلمان سستی اور کاہلی کا شکار ہو کر عمل سے بیگانہ ہو جائیں۔ وہ تو امت کو بیدار کرنے کا پیغام لے کر آیا تھا۔ اُس نے مسلمانوں کو یاد دلایا کہ یہ وقت زمین بوس ہونے کا نہیں بلکہ قیام کا ہے ؏ وہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا

اللہ کی مدد تب آتی ہے، جب اپنی حد تک ممکنہ وسائل اکٹھے کر لئے جائیں، میدان بدر میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے جانثاروں کو لا کھڑا کیا۔ موجود وسائل بھی جمع کر لئے، اب اللہ پاک سے نصرت کی دُعا کی، تو اللہ نے فرشتوں کو بھیج دیا۔ آج بھی اگر مسلم امہ اپنے تمام وسائل جمع کر کے طاغوت کے مقابل کھڑی ہو جائے اور اللہ سے امداد مانگے تو کامیابی یقینی ہے۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

النصر لیب

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹروں کی زیر نگرانی ادارہ

ایک ہی چھت کے نیچے تمام اقسام کے معیاری لیبارٹری ٹیسٹ، ایکسرے، ای سی جی اور الٹرا ساؤنڈ کی سہولیات

خصوصی پیکج خصوصی میڈیکل چیک اپ ☆ الٹرا ساؤنڈ ☆ ای سی جی ☆ ہارٹ ☆ ایکسرے چیسٹ ☆ لیور ☆ کڈنی ☆ جوڑوں سے متعلقہ متعدد ٹیسٹ / ہیپاٹائٹس بی اور سی ElisaMethod/ کے ساتھ ☆ بلڈ گروپ ☆ بلڈ شوگر ☆ مکمل بلڈ اور مکمل پیشاب ٹیسٹ صرف 2000 روپے میں کروائیں۔

النصر لیب :950۔بی، مولانا شوکت علی روڈ، فیصل ٹاؤن (نزد راوی ریسٹورنٹ) لاہور

فون: 5162185-5163924 موبائل: 0300-8400944

E-mail: alnasar@brain.net.pk Website: www.alnasar.com.pk

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری

نذیر احمد

نبی اکرم ﷺ پر پہلی وحی کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔(ترجمہ)''پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے تجھے پیدا کیا......(سورۃ العلق)۔ان ابتدائی آیات میں ہی پڑھنے اور علم حاصل کرنے کی اہمیت بیان کر دی گئی ہے۔ چنانچہ قرآن پاک اور احادیث نبوی ﷺ میں اکثر مقامات پر علم کے حصول پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ کفار اور مسلمانوں کے درمیان ہونے والی پہلی جنگ یعنی جنگ بدر میں کفار کو شکست فاش ہوئی۔ کفار کے ستر آدمی قتل اور ستر گرفتار ہوئے۔قیدیوں کی رہائی کے لئے فدیہ ادا کرنے کے علاوہ دوسری شرط یہ طے پائی کہ جو شخص دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے، وہ بھی آزاد کر دیا جائے گا۔علم کو انبیاء کی وراثت قرار دیا گیا۔ایک عالم کو عابد پر ستر گنا فضیلت عطا کی گئی۔علم حاصل کرنے پر بہت زیادہ زور دیا گیا۔ ہر مومن مرد اور عورت پر علم کا حصول فرض قرار دیا گیا۔ چنانچہ مدینہ منورہ میں اصحاب صُفہ کے نام سے ایسے لوگوں کا ایک گروہ وجود میں آ گیا جو ہر وقت تعلیم حاصل کرتے اور دوسروں کو تعلیم دیتے تھے۔ یہ اسلام کی پہلی درس گاہ تھی۔

مسلمانوں کے دنیا پر عظیم احسانات میں سے ایک احسان یہ ہے کہ انہوں نے علم کو عوام کی ملکیت بنا دیا۔ ورنہ اس سے پہلے علم حاصل کرنا صرف امراء اور رؤساء کے لئے ہی مخصوص تھا۔ مسلمانوں نے اپنے دورِ عروج میں بڑی بڑی عظیم درسگاہیں اور تعلیمی ادارے قائم کئے اور دنیا کو علم کی روشنی سے منور کر دیا۔ یہ تعلیمی ادارے حکومت کی سرپرستی میں بھی قائم ہوئے اور نجی اور ذاتی طور پر بھی۔ان اداروں میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ان اداروں کا قیام محض علم کی اشاعت ہوتا تھا، کسی کاروباری یا مالی منفعت کی غرض کے لئے نہیں ہوتا تھا۔ان اداروں نے تعلیم کی ترویج و ترقی کے لئے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ مشہور مسلمان مفکر علامہ ابن خلدون کے قول کے مطابق ''حکومت کبھی علم کے گھر سے نہیں گئی۔علم اپنا پایۂ تخت بدلتا رہتا ہے''۔ مسلمانوں کا دنیا میں کئی صدیوں تک عروج اسی علمی برتری کی وجہ سے رہا۔

چنگیز خان اور ہلاکو خان کے حملوں اور تاخت و تاراج سے دنیائے اسلام کو بے حد نقصان پہنچا۔ بلخ، بخارا، سمرقند اور بغداد جیسے بڑے بڑے شہر اور ان کے علمی مراکز تباہ و برباد کر دیئے گئے۔ان کے عظیم الشان کتب خانوں کو جلا کر راکھ کر دیا گیا۔ اس قتل و غارت گری نے قلب اسلام کو ایک چٹیل میدان بنا کر رکھ دیا۔ اور اس کے سیاسی اور علمی زوال کا آغاز ہو گیا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ مغرب کی بیداری اور عروج کا بھی یہی نقطۂ آغاز ہے۔

اس علمی پس ماندگی، انتشار اور بے اطمینانی کے دور میں عجمی تہذیبوں کے ساتھ اسلامی نظریات و افکار کا تصادم ہوا اور آمیزش ہوئی۔ چنانچہ یونانی فلسفہ نوفلاطونیت، ہندومت اور بدھ مت کے نروان اور مسیحیت سے رہبانیت کے اثرات سے اسلام کے جاندار تصورِ حیات کی جگہ مسکینی دلگیری، بے عملی اور گوشہ نشینی جیسے بے جان عقیدوں کو فقر سمجھا

> اسلام کا تصور فقر فکر و عمل اور جدوجہد کی تعلیم دیتا ہے، آداب جہانگیری سکھاتا ہے، جذبہ شہادت پیدا کرتا ہے، قوت و سطوت اور استغنا، اور بے نیازی کی شان پیدا کرتا ہے، انسان کے اندر خودداری، خودشناسی اور ذوق، شوق پیدا کرتا ہے، کمزور کو جینے کا حق دیتا ہے اور ظلم کو بزور ختم کرتا ہے

گیا اور رُشد و ہدایت اور علم و حکمت کے سرچشمے یعنی وہ عظیم درس گاہیں ایسی خانقاہوں میں تبدیل ہو کر رہ گئیں، جہاں سے اب علم اور کردار کے پیکر تیار ہونے کی بجائے گوشہ نشین راہب پیدا ہونے لگے۔ پیشہ ور گدی نشینی اور مجاوری کا آغاز ہو گیا۔ شعر و ادب پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوئے۔ اس دورِ انحطاط میں صوفیانہ شاعری کی ابتدا ہوئی۔اس دور پر آشوب کا اقبال کی چشم بصیرت نے تنقیدی جائزہ لیا۔ علامہ اقبال نے کہا کہ یہ تمام صوفیانہ شاعری مسلمانوں کے سیاسی اور علمی انحطاط کے دور کی پیداوار ہے۔ اور ان عجمی تصورات اور یونانی فلسفہ کی کوکھ سے پیدا ہونے والا تصوف غیر اسلامی ہے، روحِ اسلام کے خلاف ہے۔

انہوں نے پوری قوت اور جرأت سے اس کے خلاف قلم اٹھایا۔اس کی بجائے اسلام کا تصور فقر پیش کیا، جو فکر و عمل اور جدوجہد کی تعلیم دیتا ہے، آداب جہانگیری سکھاتا ہے، جذبہ شہادت پیدا کرتا ہے، قوت و سطوت اور استغناء اور بے نیازی کی شان پیدا کرتا ہے، انسان کے اندر خودداری، خودشناسی اور ذوق و شوق پیدا کرتا ہے، کمزور کو جینے کا حق دیتا ہے اور ظلم کو بزور ختم کرتا ہے۔ اقبال ایسے تصوف کے خلاف تھے جو قوت سے محرومی سکھائے اور رہبانیت اور ترکِ دُنیا کی تعلیم دے۔اور خانقاہوں کے اندر گوشہ نشینی اور سکون و عافیت کا مجاوروں کا انداز زندگی پیدا کرے۔

سکوں پرستی راہب سے فقر ہے بیزار
فقیر کا ہے سفینہ ہمیشہ طوفانی

علامہ اقبال مسلمانوں کو مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اپنے اندر حریت کی اس رسمِ شبیری کو ادا کرنے کا جذبہ پیدا کریں، اور موجودہ خانقاہی نظام کے بزدلانہ تصور فقر سے اجتناب کریں۔ کیونکہ یہی بزدلانہ سوچ قوموں کے زوال اور خاتمہ کا باعث بنتی ہے۔اسلام کا تصور فقر اور نظام خانقاہی کا فقر ایک دوسرے کے بالکل متضاد تصورِ حیات ہیں۔ فقر کی شان میں علامہ اقبال کہتے ہیں۔

اک فقر سکھاتا ہے صیاد کو نخچیری
اک فقر سے کھلتے ہیں اسرار جہانگیری
اک فقر سے قوموں میں مسکینی و دلگیری
اک فقر سے مٹی میں خاصیت اکسیری
اک فقر ہے شبیری اس فقر میں ہے میری
میراث مسلمانی سرمایۂ شبیری

مسلمانوں کو پیغام دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری
کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری
تیرے دین و ادب سے آ رہی ہے بوئے رہبانی
یہی ہے مرنے والی امتوں کا عالم پیری

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

فقر جنگاہ میں بے ساز و یراق آتا ہے
ضرب کاری ہے اگر سینے میں قلب سلیم!
اس کی بڑھتی ہوئی بے باکی و بے تابی سے
تازہ ہر عہد میں ہے قصۂ فرعون و کلیم!

صوفی ازم چمنستان اسلام میں خودکاشتہ پودا ہے جو سہل انگاری، عافیت کوشی اور عزلت نشینی کا سبق دیتا ہے۔ جبکہ اسوۂ حسنہ میں جفاکشی، بہادری، دلیری، بے خوفی اور جانبازی کی تعلیم ملتی ہے۔ آپؐ کے پیروکار دن کے شاہسوار اور رات کے عبادت گزار تھے۔ آپؐ نے (باقی صفحہ 13 پر)

سانحہ لال مسجد: اختتام یا آغاز؟

ہارون الرشید

تمام تر دانش اور ساری دانائی ایوان صدر میں سمٹ آئی ہے۔ لگتا ہے کہ باقی ماندہ سارا ملک، تمام رعایا حماقت میں مبتلا ہے...... اور احمقوں کو یہی زیبا ہے کہ وہ خاموش رہیں۔

اسلام آباد میں فوجی آپریشن ختم ہوا یا جاری ہے؟ ٹی وی کھولنے کی تاب نہیں۔ کون لاشیں گنے اور کون زخم شمار کرے۔ تعجب قطعاً نہیں۔ فیصلہ تین دن پہلے ہی ہو چکا تھا۔ اس دن جب صدر نے تربت میں کہا تھا: لال مسجد والے سرنڈر کریں ورنہ مارے جائیں گے۔ چودھری شجاعت حسین اور علماء کرام یقیناً نیک نیتی سے بات کر رہے ہوں گے مگر ان مذاکرات کی کوئی حقیقی اہمیت بہرحال نہ تھی۔ اختیار ایک آدمی کے ہاتھ میں ہے اور اس نے اپنا اختیار استعمال کیا۔ بعض باتیں البتہ غور طلب ہیں۔ مولانا فضل الرحمن خلیل آخری وقت میں ایوان صدر کیوں طلب کیے گئے۔ کل تک سرکاری طور پر وہ ''دہشت گرد'' تھے۔ اب امن کے پیامبر کیسے ہو گئے اور ایسے پیامبر کہ عجلت میں طلب کیے گئے اور ذمہ داری سونپی گئی۔ پھر سمیرا ملک، اسرائیل کو تسلیم کرنے کی وکالت کرنے والی سمیرا ملک؟ ایک سخت گیر مذہبی مکتب فکر کے اپنے موقف پر ڈٹے لوگوں سے مکالمہ کرنے میں کیونکر مددگار تھیں؟ کیا وہ ایک گواہ کے طور پر بھی بھیجی گئیں کہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئیں۔ ان کی ساکھ کہاں ہے اور کس کو ان پر اعتبار ہے؟ اللہ جانے یا جنرل صاحب جانیں...... رموز مملکت خویش خسرواں دانند!

اسلام آباد میں فوجی آپریشن ختم ہوا یا جاری ہے؟ ٹی وی کھولنے کی تاب نہیں۔ کون لاشیں گنے اور کون زخم شمار کرے۔ تعجب قطعاً نہیں۔ فیصلہ تین دن پہلے ہی ہو چکا تھا۔ اس دن جب صدر نے تربت میں کہا تھا: لال مسجد والے سرنڈر کریں ورنہ مارے جائیں گے

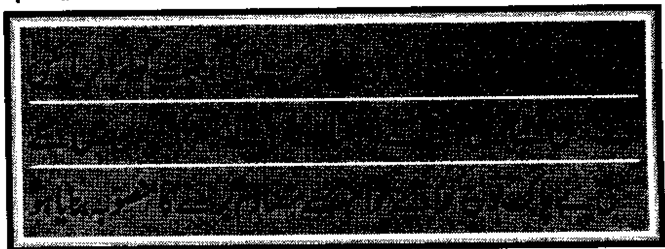

ایک اور پر اسرار معاملہ اس روز کا ہے، جب سی 130 طیارے میں سوار صدر سیلاب زدگان کی حالت زار دیکھنے گئے۔ اصغر مال سکیم کے ایک مکان کی چھت سے مبینہ طور پر ان کے جہاز پر حملہ کیا گیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ مقامی ذرائع ابلاغ کی بجائے پاکستانیوں نے یہ خبر غیر ملکی ٹی وی چینل سے سنی۔ آخر کیوں؟ حکومت نے تردید جاری کی لیکن خبر دینے والے اپنی اطلاع پر مصر رہے اور حکومت پاکستان کو اس اصرار پہ ہرگز کوئی اعتراض نہ ہوا۔ آخر کیوں؟ بعض اخبارات کے مطابق سرکاری ذرائع نے بتایا کہ طیارہ شکن گن سے 25 گولیاں فائر کی گئیں۔ گن کی جس قسم کا نام دیا گیا، وہ ایک منٹ میں 1200 گولیاں چلاتی ہے۔ جن لوگوں نے یہ جسارت کی، وہ طیارہ تباہ کرنے کی سازش کر رہے تھے یا خبر چھپوانے کے شوقین تھے؟ اس قیمت پہ خبر کہ اپنی ہی نہیں، بیوی بچوں، والدین، عزیزوں اور رشتہ داروں کی زندگیاں بھی خطرے میں ڈال دی جائیں؟ سرکار نے ارشاد کیا، یہ خبر سرے سے بے بنیاد ہے۔ تب یہ اسلحہ مکان کی چھت پر کیوں رکھا تھا؟ اس کی تصاویر بنانے کی اجازت کیوں دی گئی؟ ایک سوال یہ بھی ہے کہ اتنے دن گزر جانے کے باوجود اب تک تفتیش کیوں نہیں؟ مالک مکان کون ہے اور کرایہ دار کون۔ کرایہ دار کے شناختی کارڈ کی نقل کہاں ہے؟ اگر وہ بھی نہیں تو اس کا خاکہ کیوں نہ بنوایا گیا کہ اخبارات میں شائع ہو کہ مشتہر ہوتا۔ گرفتاری پر انعام مقرر کیا جاتا۔ آخر یہ سربراہ مملکت اور مسلح افواج کے سپہ سالار کی زندگی کا سوال ہے، جن پر تین حملے ہو چکے اور اس خطہ ارض کے استحکام کا انحصار ان کی حیات پر ہے۔ اگر یہ ڈرامہ کسی اور نے رچایا اور حکومت کی مرضی کے بغیر رچایا تو اس کی نشاندہی کیوں نہیں۔ کیا ایسے لوگ مستحق نہیں کہ بے نقاب کیے جائیں۔

لال مسجد آپریشن کے بارے میں بہت سے اور سوالات بھی ہیں۔ خفیہ ایجنسیوں کی اطلاعات یہ تھیں کہ صوبہ سرحد اور قبائلی علاقے میں ردعمل ہوگا۔ دو ہزار بے گناہ بچوں اور بچیوں کی ہلاکت کا اندیشہ ہاتھ روکنے والا سب سے بڑا سبب تھا۔ اس کے ساتھ ہی دریائے سندھ کے پار سے ممکنہ ردعمل بھی۔ اس کے باوجود حکومت مصر کیوں ہوئی۔ اس کے باوجود کہ پیر اور منگل کی درمیانی شب مصالحت کا امکان روشن تھا۔ عبدالرشید غازی اور اس کے ساتھیوں نے سرکار کے تقریباً تمام مطالبات تسلیم کر لئے تھے۔ آخر شب اطلاعات یہ تھیں کہ فیصلہ کرنے والے انہیں محفوظ راستہ دینے پر آمادہ ہیں اور وہ اس پر تیار ہیں کہ جب بھی عدالت طلب کرے، وہ پیش ہو جائیں۔ اس کے باوجود خوں ریزی کی ضرورت کیوں پیش آئی اور اتنی شدید خوں ریزی کہ جس کی یادیں بھلائی نہ جاسکیں گی۔ قومی زندگی پر جس کے خوفناک اثرات ہوں گے۔ ایک عامی بھی بتا سکتا ہے کہ یہ اختتام نہیں، آغاز ہے۔ قبائلی علاقوں، سوات اور صوبہ سرحد میں چیختے چنگھاڑتے جلسے ہوئے۔ بعض مقامات پر حکومت کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا گیا۔ ایک سوال ہر شخص کی زبان پر ہے کہ کراچی میں 48 لاشیں گرانے والوں کے اخلاف کوئی کارروائی نہ کی گئی، حتیٰ کہ تحقیقات سے بھی انکار کر دیا گیا۔ پھر تقریباً تمام مطالبات تسلیم کرنے کے باوجود مولانا عبدالعزیز کو دوبارہ برقعہ پہنا کر، خوب اچھی طرح رسوا کرنے کے باوجود، سرکاری انا کی تسکین کیوں نہ ہوئی۔ لال مسجد والے ایک ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے، اس حد تک پسپا تھے کہ ان کا مذاق اڑایا جا رہا تھا۔ اگر کچھ مزید منوانا تھا تو دباؤ کے ایک دو دن مزید بتا دیئے جاتے۔ زیادہ سے زیادہ تین چار دن۔ خون بہانا اور گردنیں کاٹنا کیوں ضروری تھا۔ امریکہ بہادر کے سوا کون اس سے خوش ہوگا اور عدم استحکام کے سوا کیا ملے گا!

شمال میں خوں ریز ہنگاموں کے خدشات ہیں۔ حکومت اس خدشے سے پوری طرح آگاہ ہے۔ گوجرانوالہ سے بری فوج کا چالیسواں ڈویژن سوات بھیجا جا چکا ہے۔ یہ فوج کا بہترین ''حملہ آور'' ڈویژن ہے۔ کئی عشروں کی مسلسل ریاضت سے گزرنے والے یہ عساکر بنیادی طور پر

پریس ریلیز 8 جولائی 2007ء

''نفاذِ شریعت کے لئے کروڑوں کی آبادی والے ملک میں کم از کم لاکھوں افراد پر مشتمل ملک گیر تربیت یافتہ جماعت بنائے بغیر حکومت کے خلاف اقدام سودمند ثابت نہیں ہو سکتا''

''صوبہ سرحد میں فوج پر خودکش حملے جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے خلاف حکومتی آپریشن کا ردِعمل ہیں''

ڈاکٹر اسرار احمد

امت مسلمہ کی سب سے بڑی ضرورت منہج انقلاب نبویؐ کو سمجھنا ہے۔ بذریعہ انقلاب حکومت کی تبدیلی کے بغیر منکرات کا بزورِ قوت خاتمہ بہت بڑی غلطی ہے۔ عبدل برادران کے خلوص واخلاص میں کوئی شک وشبہ نہیں لیکن خلوص واخلاص کا تعلق اُخروی کامیابی سے ہے جبکہ دنیا میں نفاذ شریعت کی جدوجہد کی کامیابی کا دارومدار بہت حد تک مسنون طریقہ انقلاب اختیار کرنے میں ہے۔ ان خیالات کا اظہار بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے قرآن آڈیٹوریم میں ایک عوامی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ نفاذ شریعت کے لئے کروڑوں کی آبادی والے ملک میں کم از کم لاکھوں افراد پر مشتمل ملک گیر تربیت یافتہ جماعت بنائے بغیر حکومت سے تصادم مول لینا سودمند ثابت نہیں ہوسکتا۔ عالم اسلام میں جوش وجذبے کی کمی نہیں، لیکن صحیح طریقہ کار سامنے نہ ہونے کے سبب نفاذ شریعت کے ہدف کی طرف پیش رفت نہیں ہو رہی۔ انہوں نے کہا کہ دعوت وتبلیغ کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں ایمان حقیقی پیدا کیا جائے۔ جو لوگ اس دعوت کو قبول کریں، ان کی مسنون انداز میں جماعت سازی کی جائے۔ پھر ان افراد کو تربیت وتزکیہ کے مراحل سے گزارا جائے۔ ایسے صالح افراد جن کی معاش اور معاشرت حرام سے پاک ہو، مطلوبہ طاقت میسر آنے پر پُرامن دھرنے اور گھیراؤ کے ذریعے حکومت کو نفاذ شریعت اور منکرات کے خاتمے پر مجبور کرنے کے لئے میدان میں نکلیں۔ بلکہ امام ابوحنیفہؒ کے فتوے کے مطابق اگر کامیابی یقینی نظر آئے تو مسلح تصادم بھی جائز ہے لیکن اس کا ہدف عوام نہیں بلکہ حکومت ہونی چاہیئے۔ انہوں نے کہا کہ جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے خلاف آپریشن کے حوالے سے حکومتِ وقت اور صدر مشرف کی بدنیتی واضح ہے۔ حکومت نے جان بوجھ کر معاملہ کو طول دیا اور معاملے کو مذاکرات کے ذریعے حل کرنے کی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی۔ بلکہ یوں لگتا ہے کہ انہوں نے متوقع عدالتی فیصلے اور لندن کی APC کے اثرات کو ڈی فیوز کرنے کے لئے اس وقت ملٹری آپریشن کا فیصلہ کیا۔ وہ جان بوجھ کر اس معاملے کو ڈھیل دیتے رہے اور پھنسی کو پھوڑا بننے دیا تاکہ ملک میں 'انتہاپسندی' کے خاتمے کے نام پر آپریشن کر کے دنیا کے سامنے ہیرو بن سکیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ محسوس یوں ہوتا ہے کہ حکومت اہم مدارس اور مساجد کی اس وقت کڑی نگرانی کر رہی ہے اور ان کے خلاف بڑے کریک ڈاؤن کا ارادہ بھی رکھتی ہے۔ اور اگر انہوں نے ایسا کیا تو اس کے نتائج بہت خوفناک ہوں گے۔ ان حالات میں ملک ٹوٹنے کا شدید خطرہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ صدر مشرف کے اس اقدام سے سیکولر قوتوں کے ہاتھ مضبوط ہوئے ہیں۔ وہ ایم کیو ایم، پیپلز پارٹی اور عوامی نیشنل پارٹی (ANP) جیسی سیکولر قوتوں کو اقتدار میں لا کر امریکہ کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ امریکہ اب اسلام کو بطور مذہب بھی قبول کرنے کے لئے تیار نہیں، وہ معاذ اللہ شریعت اسلامی اور قرآن پاک کو خرابی اور فساد کا ذمہ دار قرار دے رہے ہیں اور اسلام کے خلاف ''آل آوٹ وار'' کے لئے تُلے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ میں بُش کی مقبولیت کا گراف 26% ہے جبکہ پاکستان میں مشرف کی مقبولیت اس سے بھی کم ہو چکی ہے۔ انہوں نے کہا کہ صوبہ سرحد میں فوج پر خودکش حملے جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے خلاف حکومتی آپریشن کا ردِعمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ پرویز مشرف کے اقتدار سے قوم کو نجات دے۔

(مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی پاکستان)

مشرقی سرحد کے لئے منتقل کئے گئے، لاہور اور متصل علاقوں پر بھارتی حملہ روکنے کے لئے۔ اسی ہزار فوج پہلے ہی افغان سرحدوں پر متعین ہے۔ امریکہ، جس کی خوشنودی کے لئے یہ سارا اہتمام ہوا، اب بھی ناراض اور ناخوش ہے۔ ایک دن امریکی دفتر خارجہ، سینٹ، ایوان نمائندگان اور تھنک ٹینک یہ کہتے ہیں کہ انسداد دہشت گردی میں پاکستان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ کب تک؟ آخر کب تک امریکہ کی فرمائشیں پوری کی جائیں گی اور کس قیمت پر؟

کیا سرکاری دماغ ایک امکان پر غور کرنے کی زحمت گوارا فرمائیں گے۔ ممکن ہے کہ سی آئی اے، موساد اور 'را' نے مشترکہ یا ان میں سے کسی نے پاک فوج کو اپنے عوام سے متصادم کرنے کا منصوبہ بنایا ہو۔ فرض کیجئے کہ عبدالرشید غازی اور ان کے ساتھیوں کو اس شرط پر روجھان جانے کی اجازت دے دی جاتی کہ طلب کرنے پر وہ عدالت میں پیش ہوں گے؟ کیا اس میں زیادہ خطرات تھے یا اس خطرناک صورتحال میں؟

عرض کرنے کے لئے چند گزارشات اور بھی ہیں مگر کیا حاصل؟ نقار خانے میں طوطی کی کون سنے گا۔ ساری دانش اور تمام تر دانائی تو ایوان صدر میں ہے، باقی ماندہ، سارا ملک تو حماقت میں مبتلا ہے...... اور ظاہر ہے کہ احمقوں کو خاموش رہنا چاہیے! (بشکریہ روزنامہ ''نوائے وقت'')

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط وکتابت کورسز سے فائدہ اٹھائیے:

(1) قرآن حکیم کی فکری وعملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط وکتابت کورسز
قرآن اکیڈمی 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-5869501

امیر تنظیم اسلامی کا دورۂ ایبٹ آباد

امیر تنظیم اسلامی پاکستان محترم حافظ عاکف سعید، ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی، ناظم حلقہ پنجاب شمالی خالد محمود عباسی کے ہمراہ یکم جولائی 2007ء کو ایبٹ آباد تشریف لائے۔ بعد نماز عصر المیز ان پبلک سکول اپر ملک پورہ ایبٹ آباد میں رفقاء سے ملاقات کا پروگرام تھا۔ پروگرام میں 17 رفقاء نے شرکت کی۔ امیر محترم نے فرداً فرداً ہر رفیق سے تعارف حاصل کیا۔ بعد ازاں سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ امیر تنظیم نے رُفقاء کے سوالات کے تسلی بخش جوابات دیئے۔ بعد نماز مغرب اجتماعی کھانے کا اہتمام تھا۔ اسی دوران رفقاء نے امیر محترم کے ہاتھ پر مسنون بیعت کی سعادت بھی حاصل کی۔ طعام کے بعد پروگرام کا اختتام ہوا اور امیر محترم اپنے ساتھیوں کے ہمراہ واپسی کے لیے عازمِ سفر ہوئے۔

اللہ تعالیٰ ہماری یہ سعی و جہد قبول و منظور فرمائے اور اسے ہم سب کے لیے توشۂ آخرت بنائے۔

(مرتب: اسد قیوم)

تنظیم اسلامی دیر کے زیر اہتمام ہونے والے دعوتی پروگرام

6 جون 2007ء کو تنظیم اسلامی دیر شہر کے زیر اہتمام ایک روزہ دعوتی اجتماع گورنمنٹ مڈل سکول ریمانکوٹ (دیر) میں منعقد کیا گیا۔ جس میں رفقائے تنظیم کے علاوہ خصوصی اہداف والے زیر دعوت احباب نے شرکت کی۔ اس اجتماع میں تنظیم اسلامی اسرہ غالیگے (سوات) سے جناب حبیب علی نے خصوصی طور پر شرکت کی۔ پروگرام کا آغاز بعد از نماز عصر ہوا۔ جناب حبیب علی نے بورڈ کی مدد سے فرائض دینی کے جامع تصور پر مدلل انداز میں گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ انسان کی فلاح و کامرانی اسی میں ہے کہ وہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ہمہ وقت جدوجہد کرتا رہے۔ انہوں نے کہا کہ نتائج خواہ کچھ بھی ہو، ہمیں غلبہ دین کے لئے اپنی کوشش جاری رکھنی چاہیے۔ روزِ قیامت انسان انفرادی طور پر اللہ تعالیٰ کو جوابدہ ہو گا۔ پروگرام کے آخر میں سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ سوالات کرنے والے اکثر احباب جماعت اسلامی سے تھے۔ اس پروگرام میں 50 احباب نے شرکت کی اور مقامی رفقاء بھی شریک رہے۔ پروگرام کے اختتام پر شرکاء کی چائے سے تواضع کی گئی۔

ایک دوسرا ایک روزہ دعوتی پروگرام 18 جون 2007ء کو براول بانڈی (دیر) میں ہوا۔ یہ جگہ دیر سے 30 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ پروگرام کے لئے بی بیوڑ سے ناظم دعوت اور تنظیم اسلامی دیر کے مقامی امیر جناب لائق سید اور راقم الحروف کے علاوہ دو مزید رفقاء پر مشتمل قافلہ صبح دس بجے براول بانڈی پہنچا۔ سب سے پہلے چند احباب کے ساتھ ملاقات کی گئی۔ نماز ظہر کے بعد مقامی مسجد میں دعوتی پروگرام منعقد ہوا۔ جناب ممتاز بخت نے فرائض دینی کے جامع تصور پر قرآن و حدیث کی روشنی میں مفصل بیان کیا۔ ایک گھنٹہ بیان کے بعد سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ دعا کے ساتھ یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ براول بانڈی سے واپسی پر چکیا تن کے مقام پر ایک حبیب جناب خواجہ سے، جو ڈگری کالج میں لیکچرار ہیں، خصوصی ملاقات ہوئی۔ اور انہیں سالانہ اجتماع کے لئے دعوت دی گئی۔ پانچ بجے بوقت عصر واپس دیر پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اِن حقیری کاوشوں کو قبول و منظور فرمائے (آمین)

(رپورٹ: سعید اللہ خان)

تنظیم اسلامی سیالکوٹ کے زیر اہتمام شب بیداری

تنظیم اسلامی سیالکوٹ کے زیر اہتمام 23 جون کو شب بیداری پروگرام منعقد کیا گیا۔ اس بابرکت محفل کا آغاز تلاوتِ کلامِ پاک سے ہوا۔ سب سے پہلے جناب حافظ نعیم صفدر نے ''انبیاء کرام'' ''کا طریقِ دعوت و تربیت'' کے موضوع پر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ ایک داعی کی ذمہ داری صرف یہی نہیں ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات آگے پہنچا دے، بلکہ مسنون طریقہ یہ ہے کہ جو لوگ دعوت قبول کریں، ان کی تربیت کا اہتمام کیا جائے۔ بغیر تربیت کے دعوت و تبلیغ کے جملہ ثمرات کا حصول ممکن نہیں۔ حافظ صاحب کے بعد جناب عبدالغفور نے قراردادِ تاسیس کے پہلے حصے پر اظہار خیال کیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ قرارداد کسی بھی رفیق کی فکر کی تجدید کا نقطۂ آغاز ہے۔ دین کا اصل مخاطب فرد ہے اور تنظیم کے قیام کا مقصد یہ ہے کہ ایک فرد کی معاونت کی جائے، اس کام میں جس کے لیے اُسے پیدا کیا گیا ہے۔ اس کے بعد راقم الحروف نے ''سیرت صحابہؓ کی ہماری زندگی میں اہمیت'' پر گفتگو کی اور واضح کیا کہ صحابہ کرامؓ کے حالات بیان کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کا حقیقی کردار اجاگر ہو، ان کی دین کے لئے محنت اور قربانیاں ہمارے سامنے آ جائیں، ان کے سمع و اطاعت کے بے لوث جذبہ سے ہم آگاہ ہو سکیں، جس کو مشعل راہ بناتے ہوئے ہم اپنے کردار و عمل کو اسی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔ جناب عثمان منظور نے سود اور اس کے نقصانات پر سیر حاصل گفتگو کی۔ حافظ ذوالفقار شاہد نے واقعہ معراج کو بیان کیا۔ فیصل وحید نے جو مقامی ناظم دعوت ہیں، دعوت کا ہدف ''ایک رفیق چار احباب'' پر مختصراً گفتگو کی۔ کلیم انجم نے سیرت النبی ﷺ پر گفتگو کی۔ ان کے بعد تنظیم میں نئے شامل ہونے والے رفیق عمر اقبال نے دلنشین انداز میں قرآن مجید کے حقوق پر بات کی۔ رات ساڑھے گیارہ بجے اس پروگرام کا اختتام ہو گیا۔

(رپورٹ: اعجاز عصر)

تنظیم اسلامی ایبٹ آباد کا دعوتی اجتماع

تنظیم اسلامی ایبٹ آباد کے زیر اہتمام 23 جون 2007ء کو بعد نماز ظہر ساڑھے تین بجے مسجد ابوبکر صدیقؓ کھولہ کیہال میں دعوتی و تربیتی پروگرام کا انعقاد ہوا۔ پروگرام کا آغاز عمر فاروقؓ کے درس قرآن سے ہوا۔ موصوف نے سورۂ لقمان کے دوسرے رکوع کے پہلے حصے کا درس دیا۔ انہوں نے حکمت، شکر اور شرک کے مفاہیم کو وضاحت سے بیان کیا اور واضح کیا کہ انسان عقل سلیم کی روشنی میں معرفتِ خداوندی تک پہنچ سکتا ہے۔

اس کے بعد ثاقب رحمان نے قرآن مجید کے حقوق بیان کیے۔ انہوں نے واضح کیا کہ ہمارا سب سے بڑا مسئلہ قرآن سے دوری ہے، لہٰذا ہمیں قرآن سے جڑنا چاہیے اور اس کے حقوق ادا کرنے کی سعی کرنی چاہیے۔

بعد نماز عصر مطیع الرحمٰن کا دعوتی درس تھا۔ درس میں رفقاء کے علاوہ اہل محلہ نے بھی شرکت کی۔ موصوف نے سورۃ النجم کی آیات کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے واضح کیا کہ ہماری محنت کا اصل مرکز دنیا نہیں بلکہ آخرت ہے۔ انہوں نے عبادت، شہادت علی الناس، اقامت دین، جماعتی زندگی کی اہمیت اور منہج انقلاب نبوی ﷺ کے موضوعات کو خوبصورتی سے سمیٹا اور واضح کیا کہ انفرادی و اجتماعی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ضروری ہے، کیوں کہ دین میں زندگی کے ہر شعبے کے متعلق رہنمائی موجود ہے۔

مسنون دُعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ میزبان حافظ محمد ہارون قریشی نے رفقاء کی چائے سے تواضع کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ رفقاء کی یہ سعی و جہد اپنے دربار میں قبول و منظور فرمائے اور اسے ہم سب کے لیے توشۂ آخرت بنائے۔ (آمین) (مرتب: اسد قیوم)

محترم ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ کے مکمل دورۂ ترجمہ قرآن اور دروس و خطابات کے علاوہ تلاوت قرآن، کتب احادیث کے تراجم، میثاق، حکمت قرآن اور ندائے خلافت کے تازہ اور سابقہ شمارے، اردو و انگریزی کتب، کیسٹس، سی ڈیز اور مطبوعات کی مکمل فہرست ہماری ویب سائٹ www.tanzeem.org پر ملاحظہ کیجئے!

برطانیہ میں مسلمانوں پر حملے

پچھلے دنوں برطانیہ میں لندن اور گلاسگو میں ''کار بم'' دھماکے ہوئے۔ برطانوی پولیس کا کہنا ہے کہ ان کے پیچھے مسلمان انتہا پسندوں کا ہاتھ ہے۔ مگر انہیں یہ نظر نہیں آتا کہ برطانیہ میں یہ عیسائی انتہا پسند ہیں جو دہشت گردی کا کوئی بھی واقعہ ظہور پذیر ہوتے ہی اس کا تعلق مسلمانوں سے جوڑ دیتے ہیں۔ پھر وہ نہتے اور بے گناہ مسلمانوں پر حملے کرتے ہیں۔ کار بم دھماکوں کے بعد بھی یہی ہوا۔

گلاسکو کے ایک علاقے میں پاکستانی نژاد شفیق احمد کا بک سٹال تھا۔ رات وہاں کار آئی اور اس سے ٹکرا دی گئی۔ بک سٹال جل کر خاکستر ہو گیا۔ شفیق احمد کا کہنا ہے کہ یہ حادثہ محض تعصب اور نفرت کے باعث ہوا۔ اسی طرح گلاسکو کے مسلمان رکن پارلیمنٹ محمد سرور کو جان سے مارنے کی دھمکیاں مل رہی ہیں۔ شہر کی دیواروں پر یہ عبارت بھی لکھی نظر آئی ''سارے پاکیوں کو مار دو اور ابتدا محمد سرور سے کرو۔''

ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ دہشت گردی کو فروغ ان اسلام دشمن طاقتوں نے دیا ہے جو مسلمانوں کو بدنام کرنا چاہتی ہیں۔ ان میں یہود پیش پیش ہیں۔

یو اے ای کے غیر قانونی باشندے

حال ہی میں متحدہ عرب امارات کی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ ملک میں آباد غیر قانونی باشندے تین ماہ کے اندر اندر ''قانونی'' ہو جائیں یعنی ورک پرمٹ حاصل کر لیں یا پھر یو اے ای چھوڑ دیں۔ گو صحیح تعداد معلوم نہیں، تاہم ماہرین کا خیال ہے کہ امارات میں ڈھائی لاکھ سے ساڑھے تین لاکھ غیر قانونی باشندے مقیم ہیں۔ ان میں سے اکثریت کا تعلق جنوبی ایشیائی ممالک سے ہے۔ اب یہ باشندے ورک پرمٹ حاصل کرنے کی سر توڑ کوشش کر رہے ہیں۔

بنگلہ دیش میں فوج کا بڑھتا ہوا اثر و رسوخ

بنگالیوں کا فطری مزاج جمہوری ہے، مگر وہ بھی فوجی حکومت کی بدعت سے نہ بچ سکے۔ اس کی وجہ سیاست دانوں کی نااہلی اور کرپشن ہی ہے۔ 1991ء تا 2006ء بنگلہ دیش میں دو بیگمات ادل بدل کر حکومت کرتی رہیں لیکن ان کے دور اقتدار میں عوام کو کچھ فائدہ نہ ملا۔ یہی وجہ ہے کہ جب جنوری 2007ء میں بیگم خالدہ ضیاء کی حکومت برطرف ہوئی، تو بہت کم احتجاج ہوا۔

اب عبوری حکومت دونوں بیگمات کو بنگلہ دیش سیاست سے بے دخل کرنا چاہتی ہے اور اس سلسلے میں مختلف چالیں چل رہی ہیں۔ بنگلہ دیشی دانشوروں کے مطابق فوج کی مدد سے عبوری حکومت کا یہ اقدام قابل تحسین ہے کہ قومی سیاست سے کرپٹ سیاست دان پاک کر دیے جائیں لیکن اگر یہ عمل طویل ہو گیا اور جرنیلوں نے لیلائے اقتدار کے حسین جلوے دیکھ لیے، تو کہیں وہ حکومت سے چپک نہ جائیں۔ پاکستان میں بھی یہی ہوا، فوج سیاست دانوں کا مزاج ٹھیک کرنے آئی تھی لیکن اُسے اقتدار کا ایسا چسکا لگا کہ پچاس سال گزر گئے، وہ اترتا ہی نہیں۔

اسرائیل نے معاشی پابندیاں ہٹا لیں

اسرائیل نے اٹھارہ ماہ سے جاری فلسطین اتھارٹی کے خلاف ''اکنامک بلاکیڈ'' ختم کر دیا ہے۔ ظاہر ہے جب حماس کی حکومت ختم ہو گئی، تو اُسے لگانے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ اس طرح کئی ماہ بعد اتھارٹی کے ملازمین کو پوری تنخواہیں ملیں۔ تاہم اسرائیلی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ وہ ''دہشت گردوں'' کے خلاف زمینی اور فضائی حملے جاری رکھے گی۔

عراق میں خانہ جنگی جاری

امریکا کی کوششوں کے باوجود عراق میں روزانہ اس کے فوجی موت کی نذر ہو رہے ہیں۔ قابل افسوس بات یہ ہے کہ ہر روز بیسیوں عراقی بھی مر جاتے ہیں۔ وہاں ایسی کھچڑی پک گئی ہے کہ کسی کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا، کون دشمن ہے اور کون دوست۔ صدام حسین کے دور میں عراق میں امن تھا لیکن امریکیوں کے اقتدار میں تو حد ہی ہو گئی ہے۔ ڈیڑھ لاکھ سے زائد امریکی فوجیوں کی موجودگی کے باوجود وہاں صورت حال قابو میں نہیں آ رہی۔ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ امریکا خود اس خانہ جنگی اور دہشت گردی کے واقعات میں ملوث ہے۔

امریکہ کو چاہیے کہ وہ عراق پر سے اپنا ناجائز قبضہ فوری ختم کرے، اور عراق کو عراقیوں کے حوالے کرے۔

کیا باراک اوباما مسلمان ہے؟

امریکا میں آج کل صدارتی انتخاب میں حصہ لینے والے ڈیموکریٹک امیدوار، باراک اوباما کے خلاف مخالفین نے یہ مہم چلائی ہوئی ہے کہ وہ صرف مسلمانوں کا حامی ہی نہیں ہے بلکہ مسلمان بھی ہے۔ تاہم اس نے اپنے مذہب کو خفیہ رکھا ہوا ہے۔ دراصل اوباما کی ماں (یا باپ) مسلمان تھا۔ وہ 6 سے 10 سال کی عمر میں انڈونیشیا رہا۔ وہاں وہ ایسے سکول میں زیر تعلیم رہا جہاں مسلمان اور عیسائی بچے پڑھتے تھے۔ بس اسی بات کو بنیاد بنا کر مخالفوں نے اوباما پر چڑھائی کر رکھی ہے۔

یورپ کو القاعدہ سے خطرہ

برسلز کے مشہور تھنک ٹینک یورپین اسٹریٹیجک انٹیلی جنس اینڈ سیکیورٹی سینٹر نے اپنی تازہ رپورٹ میں دعویٰ کیا ہے کہ یورپ میں القاعدہ کا اثر و رسوخ بڑھ رہا ہے اور اس سے متاثر افراد پورے علاقے میں بم دھماکے کر سکتے ہیں۔ ان کا خاص نشانہ برطانیہ ہوگا کیونکہ اس کی فوج امریکیوں کے شانہ بشانہ عراق میں لڑ رہی ہے۔

مخلوط تعلیم غیر شرعی ہے: دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

دارالعلوم دیوبند کی جانب سے جاری کردہ فتوے میں کہا گیا ہے کہ مخلوط تعلیم غیر شرعی ہے۔ اس فتویٰ کے مطابق لڑکے اور لڑکیوں کے ایک ساتھ تعلیم حاصل کرنے سے کالج اور یونیورسٹی کا ماحول پراگندہ ہوتا ہے۔ جس کے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جمعیت علماء ہند کے جنرل سیکرٹری اور رکن پارلیمان محمود مدنی کا کہنا ہے جس چیز کے لئے شریعت نے پابندی عائد کی ہے اسے ترک نہیں کیا جا سکتا اور یہ اجتماعی ذمہ داری ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کے لیے علیحدہ انتظام کیا جائے۔

ہندو جنونیوں کو سزا

1989ء میں صوبہ بہار کے انتہا پسند ہندوؤں نے ایک بہت بڑا جلوس نکالا تھا تا کہ بابری مسجد کو شہید کرنے کے لیے عوامی رائے عامہ ہموار کی جا سکے۔ چونکہ بہار اور بنگال میں مسلمانوں کی تعداد اچھی خاصی ہے، لہٰذا ہندو مسلم فسادات شروع ہو گئے۔ ہندو زیادہ طاقت ور اور جدید اسلحے سے لیس تھے، انہوں نے پورے مشرقی بھارت میں مسلمانوں پر حملے کیے اور ظلم و تشدد کی انتہا کر دی۔

1989ء کے ان ہندو مسلم فسادات میں دو ہزار سے زائد افراد مارے گئے۔ ان میں 1800 مسلمان شامل تھے۔ اب بھاگل پور کی عدالت نے مسلمانوں کے قتل عام میں شریک چودہ ہندوؤں کو عمر قید کی سزا سنائی ہے۔ گو انصاف ملنے میں دیر ہو گئی، مگر وہ ملا تو ہے۔

مسجدِ قرطبہ

(ہسپانیہ کی سرزمین بالخصوص قرطبہ میں لکھی گئی)

(پہلا بند)

سِلسلۂ روز و شب، نقش گرِ حادثات
سِلسلۂ روز و شب، اصلِ حیات و ممات

سِلسلۂ روز و شب، تارِ حریرِ دو رنگ
جس سے بناتی ہے ذات اپنی قبائے صفات

سِلسلۂ روز و شب، سازِ ازل کی فغاں
جس سے دکھاتی ہے ذات زیر و بمِ ممکنات

تجھ کو پرکھتا ہے یہ، مجھ کو پرکھتا ہے یہ
سِلسلۂ روز و شب صیرفیِ کائنات

تو ہو اگر کم عیار، میں ہوں اگر کم عیار
موت ہے تیری برات، موت ہے میری برات

تیرے شب و روز کی اور حقیقت ہے کیا
ایک زمانے کی رَو، جس میں نہ دن ہے نہ رات!

آنی و فانی تمام معجزہ ہائے ہنر
کارِ جہاں بے ثبات! کارِ جہاں بے ثبات!

اوّل و آخر فنا، باطن و ظاہر فنا
نقشِ کُہن ہو کہ نَو، منزلِ آخر فنا

(جاری ہے)

پہلے بند میں آٹھ شعر ہیں، جن میں سے پہلے چھ شعروں میں اقبال نے سلسلۂ روز و شب کی، جسے زمانہ یا وقت کہتے ہیں، حقیقت واضح کی ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ اے مخاطب تیرے روز و شب (زمانہ) کی ماہیت یہ ہے کہ وہ حقیقی زماں کی ایک رَو ہے جس میں نہ دن ہے، نہ رات ہے۔ نہ ماضی ہے، نہ حال ہے، نہ مستقبل ہے۔ اقبال متکلمین اور بعض مغربی فلاسفہ کے مقابلے میں زمانے کو حقیقی مانتے ہیں، اِس معنی میں کہ وہ خارج میں موجود ہے اور ''حقیقت'' کا ایک لازمی عنصر ہے، لیکن اس کی ماہیت کی منطقی تعریف نہیں کی جا سکتی، ہاں یہ ضرور ہے کہ ہم اُس کی ماہیت و حقیقت کو اپنے باطن میں محسوس کر سکتے ہیں۔ اِس حقیقی زمانہ سے زمانِ مسلسل پیدا ہوتا ہے جسے ہم سلسلۂ روز و شب کہتے ہیں۔ حقیقی زمانہ ایک رَو کا نام ہے جس میں نہ دن ہے نہ رات، اور نہ منٹ ہیں نہ سیکنڈ، نہ لمحات نہ آنات، بلکہ وہ ایک ''وحدت'' ہے۔ اِس حقیقی زمانہ کا ادراک حواسِ خمسہ سے نہیں ہو سکتا، لیکن ہمارا شعور اِس کا ادراک کر سکتا ہے۔

''زمانے کی فلسفیانہ بحث بہت طویل ہے، یہاں مختصراً صرف اس قدر ذہن نشین کر لینا کافی ہے:

1۔ زمانے کی دو قسمیں ہیں: حقیقی زماں اور مسلسل زماں جو پہلے کی بدولت وجود میں آتا ہے۔
2۔ حقیقی زماں کی نوعیت و ماہیت، رُوح کی طرح عقل کی گرفت سے بالاتر ہے۔
3۔ جب تک خودی کی معرفت حاصل نہ ہو، زمانِ حقیقی کی معرفت بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔
4۔ زندگی، زماں میں ایک مسلسل حرکت کا نام ہے۔ دوسرے لفظوں میں زمانہ کی مسلسل حرکت کو زندگی کہتے ہیں۔

اب اشعار کی تشریح:

1۔ پہلے شعر میں اقبال کہتے ہیں کہ دنیا کے تمام واقعات اور حادثات زمانِ مسلسل ہی میں ظاہر ہوتے ہیں، اور یہ سلسلۂ روز و شب یعنی زمانِ مسلسل زندگی اور موت کی بنیاد ہے، اِس مفہوم میں کہ پیدا ہونا اور مر جانا، یہ تغیر کی نشانی ہے، اور تغیرات اور انقلابات سب اسی زمانے کی حرکتِ مسلسل سے پیدا ہوتے ہیں، اللہ چونکہ تغیر اور انقلاب سے منزہ ہے، اس لیے وہ زمان و مکاں کی قید سے بھی بالاتر ہے۔

2۔ دوسرے شعر میں اقبال نے سلسلۂ روز و شب کو تانے بانے سے تشبیہ دی ہے، جس سے ذات اپنی قبائے صفات بناتی ہے، یعنی اللہ کی تمام صفات مثلاً پیدا کرنا، رزق دینا، مارنا، زندہ کرنا وغیرہ، زمان و مکاں ہی میں ظاہر ہوتی ہیں۔ تارِ ''حریرِ دو رنگ'' یعنی کالے اور سفید رنگ کے ریشم کا تار۔ سفید سے دن مُراد ہے اور کالے سے رات۔

3۔ تیسرے شعر میں اقبال نے زمانے کو سازِ اوّل کی فغاں سے تشبیہ دی ہے، زمانہ کیا ہے؟ ازل کے ساز سے ایک نغمہ نکل رہا ہے۔ یعنی زمانہ اللہ کی تخلیقی فعالیت کا نام ہے، اور تمام مخلوقات (ممکنات)، جیسا کہ ہم جانتے ہیں، زمان و مکاں کی قید کے ساتھ ہی عالم وجود میں آتی ہیں۔ ''ممکنات'' کے لیے ''زیر و بم'' کا لفظ ''سازِ ازل'' کی رعایت سے لائے ہیں۔ مُراد ہے ظہورِ ممکنات۔

4,5۔ زمانہ بلاشبہ کائنات میں سب سے بڑا صیرفی یعنی کھرے کھوٹے کا پرکھنے والا ہے۔ چنانچہ جو افراد اور حادثات کم عیار یعنی ناقص اور کھوٹے ہوتے ہیں، زمانہ اُنہیں فراموش کر دیتا ہے۔

6۔ اے مخاطب: سلسلۂ روز و شب کی حقیقت یا اصلیت ''زمانِ خالص'' ہے، جس میں نہ دن ہے نہ رات، نہ حال ہے اور نہ مستقبل۔ بس یہ زمانِ خالص ایک رَو (مرور) ہے، جس میں کہیں سکون نہیں ہے۔ بالفاظِ دیگر زمانہ زندگی ہے اور زندگی ہی زمانہ ہے، لیکن اِس راز کو سمجھنے کے لیے خودی کی معرفت لازمی ہے۔ جب تک ''عارفانہ نظر'' پیدا نہ ہو، زمانے کی حقیقت سمجھ میں نہیں آ سکتی۔

7۔ چونکہ حوادث، یعنی معجزہ ہائے ہُنر سب زمان و مکاں میں ظہور پذیر ہوتے ہیں، اس لیے لازمی طور پر سب کے سب آنی اور فانی ہیں (جو آنی ہو گا، وہ فانی بھی ہو گا۔) یعنی کارِ جہاں یا کارخانۂ عالم بے ثبات ہے۔

8۔ کائنات میں انسان کی بنائی ہوئی ہر شے کی ابتدا نیستی سے ہوئی ہے اور انتہا بھی نیستی ہے۔ یعنی کسی نہ کسی دن وہ شے ضرور مٹ جائے گی، یعنی اوّل اور آخر فنا ہے۔ اِسی طرح ہر مادی شے کا ظاہری پہلو بھی فانی ہے اور باطنی پہلو بھی فانی ہے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ کائنات میں انسان کی بنائی ہوئی ہر شے کی، خواہ وہ پُرانی ہو یا نئی، آخری منزل فنا ہے۔

Vol: 16 Regd. No. LRL -50 No. 27

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

ABID MUSTAFA

Musharraf's Bloodbath at the Masjid

The intensification of fighting between the students of Lal Masjid and the Pakistani army has left hundreds dead and many injured. This has prompted President Musharraf to issue the following provocative statement: "If they do not surrender so I am saying here today that they will be killed. They should not force us to use force. They should come out voluntarily; otherwise they will be killed..." Even before Musharraf's ultimatum, his government was swift to attribute the entire blame for the current crisis on Abdul Rashid Ghazi—the principal of the seminary. However, a close examination of the events preceding the current standoff, suggests that the entire saga has been engineered by the Pakistani government.

For the past six months the Musharraf government has tolerated the behaviour of the students whenever they chose to challenge its writ. The accumulation of illegal arms, the abduction of Pakistani socialites and policemen, and the seizure of six Chinese women was met with muted criticism from government officials. Furthermore, these activities were not clandestine, and were planned and executed in full view of ISI's headquarters located in close proximity to the confines of the Lal Masjid. The frequent visit of ISI officials and government representatives negates government claims that it was exploring an amicable outcome— especially when measured against the ferocity of the Pakistani government's response to similar incidents in tribal agencies and elsewhere in Balochistan. So why has the Pakistani government waited so long to barricade the Masjid with military hardware fit for an overwhelming assault.

This question can only be answered in the broader context of the challenges facing Musharraf's rule. At present the Musharraf government has had to contend with both the secular opposition and Islamic forces calling for his removal. The secular forces championed by the Alliance for the Restoration of Democracy (ARD) and Chief Justice Iftikhar have gained momentum and have frustrated America's initiative to get Musharraf re-elected. To diffuse this threat, Musharraf under US auspices has held secret talks with certain leaders of the secular opposition and has deployed force against others. The deaths in Karachi are a manifestation of the latter approach. As far as negotiations are concerned, the US on Musharraf's behalf is already engaged in advanced talks with Benazir Bhutto with aim to break the back of the secular opposition and secure a second presidential term for Musharraf. This also explains Bhutto's recent ambiguous stance on the All Parties Conference (APC) in London, which she has shunned so far.

Whilst the Islamic opposition unhappy with Musharraf's pro-American policies and his neo-liberal attitudes have taken upon themselves to oust him from power. Some have resorted to militancy and others have engaged in protests to vent their anger. But the wellspring of their resentment is fuelled by the religious seminaries which America has identified for secularisation or closure. Unlike the secular opposition—where America was keen to compromise and broker a deal— the Islamic forces in the eyes of American policy makers must be secularised at gun point, and any resistance must be crushed. Hence the surrounding of Lal Masjid by the military in the absence of martial law, the humiliation of Abdul Aziz Ghazi on Pakistan television, the abrupt cancellation of talks, the media black out and the announcement of 'surrender or die' as a solution to the crisis is an ominous sign for the future of religious seminaries in Pakistan.

What is transpiring at Lal Masjid has all the hallmarks of becoming a template for Musharraf to deal with other religious schools and institutions— a recipe for civil war. Not to mention that the timing of the crisis suits Musharraf, as it deflects the public's attention away from the secular opposition and the government's disastrous response to the floods in Balochistan.

What is evident is that the utilisation of force by the government to deal with both secular and Islamic forces exposes the intellectual bankruptcy of Musharraf's mantra of enlightened moderation. Instead of employing thoughts to battle the ideas of the opposition, Musharraf has resorted to force. The same method has been repeated by Musharraf's allies— America, NATO and Israel— under the guise of 'battle of hearts and minds' and both have failed to crush the Islamic movements in Iraq, Afghanistan and Palestine. So what chance does Musharraf have?

Courtesy: Icssa.org